﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 19

جمعۃ المبارک 09/نومبر 2012ء
23/ذوالحجہ 1433 ہجری قمری ❁ 09/نبوت 1391 ہجری شمسی

شمارہ 45

اندھیروں سے نجات کی دعا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعاسکھائی:

اے اللہ ہمارے دل خیر پر جمع کردے اور ہمارے مابین صلح کے سامان مہیا فرما اور ہمیں سلامتی کی راہیں دکھا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے اور نور کی طرف لے آ اور ہمیں بری باتوں اور فتنوں سے بچا خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو خواہ باطن سے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب التشھد حدیث نمبر825)

خداتعالیٰ نے یہ مقدر کردیا ہے کہ وہ دنیا پر مقامِ ختم نبوّت اب جماعت احمدیہ کے ذریعہ واضح کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کردیا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب جماعت احمدیہ کے ذریعے دنیا پر لہرائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم گزشتہ 123 برس سے قربانیاں دیتے چلے آرہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قربانیاں دیتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ تمام دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوجائے۔

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے مقام خاتم النبیینؐ کی نہایت پُر معارف تشریح)

ہم احمدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت پر اُس سے زیادہ، اور کئی گُنا بڑھ کر یقین ہے اور اس کا فہم وادراک ہے جتنا کسی بھی دوسرے مسلمان کو آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت کا ادراک اور یقین ہے۔ اور یہ یقین ہمارے دلوں میں، ہماری روحوں میں زمانے کے امام اور مہدی دوران اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے پیدا فرمایا ہے۔

اے دشمنانِ احمدیت جو اپنے ذاتی مفادکی خاطر حضرت خاتم الانبیاء محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین کے نام پر ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہو، تمہیں آج مَیں واضح طور پر اور تحدی سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارا مقدر ناکامیاں ہیں، تمہارا مقدر تباہی و بربادی ہے اور تمہارا مقدر ذلت وخواری ہے۔

تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم اپنے کسی بھی حربہ سے جماعت احمدیہ کو تباہ کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر روز اپنے فضلوں کے وہ نظارے دکھا رہا ہے جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر ہیں۔

حدیقۃ المہدی (آلٹن۔ یوکے) میں منعقد ہونے والے جماعت احمدیہ برطانیہ کے 45ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 24/جولائی 2011ء بروز اتوار

—— سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب ——

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَه
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:41)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جیسے مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

آج کل مخالفینِ احمدیت اس بات پر کہ احمدی ختمِ نبوت کے قائل نہیں عامۃ المسلمین کے جذبات انگیخت کرنے کی بھی انتہا کررہے ہیں اور بعض ممالک میں اپنی مخالفت کے اوچھے ہتھکنڈوں کے استعمال کی بھی انتہائی حدود کو چھُو رہے ہیں اور یہ کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ گزشتہ سال 28/مئی کے واقعہ کے بعد پاکستان میں ان لوگوں کے رویوں میں اس حد تک تیزی آ چکی ہے کہ پاکستان سے باہر بیٹھے ہوئے احمدیوں کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح انڈونیشیا میں بعض علماء بلکہ اکثریت اسی کام پر تُلی بیٹھی ہے کہ کسی طرح احمدیت کو انڈونیشیا سے ختم کیا جائے۔ جن مخالفتوں کا اُن کو سامنا ہے اس کا اندازہ باہر بیٹھے ہوئے لوگ کرہی نہیں سکتے سوائے اُن لوگوں کے، اُن پاکستانی احمدیوں کے جو بیرونِ ملک آ کر آباد ہوئے ہیں اور جن کے قریبی رشتہ دار پاکستان میں ہیں۔ وہ لوگ جو بظاہر پڑھے لکھے لگتے ہیں اُنہوں نے بھی ایسے رویے اپنا لئے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محسنِ انسانیت کی اُمّت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ لیکن حرکات وہ کررہے ہیں جو یقیناً اس محسنِ انسانیت کی روح کو بے چین کرنے والی ہیں۔ بعض جگہوں پر سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں چھوٹے بچوں سے لے کر بڑے لڑکے لڑکیوں تک کو ذہنی اذیّت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ میری روزانہ کی ڈاک میں اس اذیّت سے گزرنے والے طلباء و طالبات کے کئی خطوط ہوتے ہیں۔ پھر بعض جگہ کاروباری لوگ بھی بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ مُلّاں نے ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت کے نام پر اکثر لوگوں کی جھوٹی دینی غیرت اور حمیت کو اُبھار کر احمدیوں کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہاں ایک صورت ہے جس سے تمہاری بچت ہوسکتی ہے (لیکن یہ بھی اُن کا جھوٹ ہے) کہ تم اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرلو۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر نبی ماننا ہے تو ایک نئے مذہب کا نبی مان لو جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے تو پھر شاید ہم تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کریں۔ پھر تمہیں اقلیت کا تحفظ بھی دے دیں گے۔ ورنہ ایک ایک کو چُن چُن کر قتل کردیا جائے گا۔ آجکل یہ دھمکیاں بھی مل رہی ہیں۔ تمہاری تجارتیں برباد کر دی جائیں گی۔ تمہارے مال لوٹ لئے جائیں گے۔ تمہاری جائیدادوں پر قبضہ کرلیا جائے گا اور یہ سب دعوے اور اعلان اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ علی الاعلان پولیس کے سامنے، انتظامیہ کے سامنے، حکومت کے کارندوں کے سامنے انسانیت سے گری ہوئی ان باتوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ دیکھنے، سننے اور بعض جگہ اس سے عملی طور پر گزر جانے کے باوجود مسیح محمدی کے پیارے اُن

کی ہر بات پر یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر تم اس بات پر ہماری گردنیں مارنا چاہتے ہو کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیں تو مار لو، ہماری تجارتیں برباد کرنا چاہتے ہو تو کرلو، ہمارے مال لوٹنا چاہتے ہو تو لوٹ لو، ہماری جائیدادوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہو تو کرلو، ایک ایک احمدی کو شہید کرنا چاہتے ہو تو کرلو، لیکن تم ہمیں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ آپ کا دَر ہم سے نہیں چھڑوا سکتے۔ ہم اُس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنی زندگیاں تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے آقا کا دَر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم احمدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت پر اُس سے زیادہ، اور کئی گُنا بڑھ کر یقین ہے اور اس کا فہم و ادراک ہے جتنا کسی بھی دوسرے مسلمان کو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت کا ادراک اور یقین ہے۔ اور یہ یقین ہمارے دلوں میں، ہماری روحوں میں زمانے کے امام اور مہدی دوران اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے پیدا فرمایا ہے۔ ہمیں اپنے آقا و سید سے عشق و محبت کے وہ اسلوب سکھائے ہیں جن تک دوسرا کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اس عاشقِ صادق نے اپنے عمل سے، اپنے قول سے اس عشق و محبت کے وہ نمونے ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں جس نے ہمارے ایمانوں کو بھی جلا بخشی ہے۔

پس نہ ہی ہم عشقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرِ مو انحراف کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم اُس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکاری ہو سکتے ہیں جس نے ہمیں عشقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے اسلوب سکھائے ہیں۔ جس نے ہم میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان ہونے کی روح پھونکی ہے، یہ ادراک پیدا فرمایا کہ حضرت خاتم الانبیاء کے ساتھ جُڑے رہنے اور اس راہ میں قربان ہو جانے میں ہی تمہاری دنیا و آخرت کی زندگی ہے۔ پس کیا ہم اتنے احسان فراموش ہیں کہ جس امام الزمان اور غلامِ خاتم الانبیاء نے ہمیں یہ راستے دکھائے ہیں اُس سے تعلق توڑ دیں یا اُسے، اپنے آقا سے علیحدہ کوئی وجود سمجھیں۔ صرف اس لئے کہ اس کے بغیر تمہارے بہیمانہ ظلموں سے ہم بچ نہیں سکتے۔ نہیں، اے دشمنانِ احمدیت! نہیں، تم کان کھول کر سُن لو کہ نہ ہم عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دستبردار ہونے والے ہیں اور نہ ہی ہم اس عاشقِ صادق سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔

پس مَیں عامۃ المسلمین سے پھر کہتا ہوں کہ آپ ان نام نہاد ملاؤں کے پیچھے نہ چلیں اور دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے اپنے آقا کے بارے میں کیا کہا ہے؟ مقامِ ختمِ نبوت کو کس طرح سمجھا ہے؟ کیا مقامِ ختمِ نبوت کا حقیقی ادراک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یا اُس کی نفی کی ہے؟ کیا آپ کے کلام کے ہر ہر لفظ بلکہ ہر ہر حرف سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ٹپکتا؟

آج مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے محبوب اور محبوبِ خدا کے بارہ میں چند اقتباسات لئے ہیں جو یقیناً ہر احمدی کے علم و عرفان اور ایمان میں بھی ازدیاد کا باعث بنتے ہیں اور بنیں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو مزید جلا بخشتے ہیں۔ بیشک پہلے بھی آپ لوگوں نے سنے اور پڑھے ہوں گے لیکن ہر مرتبہ ان کو سننے اور پڑھنے سے ایک نیا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی سعید فطرت میری یہ باتیں سُن رہا ہو اور میرے علم کے مطابق بہت سے ایسے ہیں جو سنتے ہیں تو یہ اقتباسات اُن سننے والوں کے شبہات بھی دور کرنے والے ہیں، اور نہ صرف شبہات کو دور کرنے والے ہیں بلکہ مقامِ ختمِ نبوت کا نیا فہم عطا کریں گے اور اگر دلوں میں انصاف کی ہلکی سی رَمق بھی ہوگی تو کوئی ذی شعور، عقل والا ان الفاظ کو سُن کر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائے ہیں، یہ کہے بغیر نہیں رہے گا کہ یہ تو سچا اور حقیقی عاشقِ صادق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ایسے بہت سے انصاف پسند ہیں اور حق کو پہچاننے والے ہیں جو آپ کی تحریرات کو پڑھ کر اور سُن کر احمدیت کی آغوش میں آتے ہیں اور عشقِ رسول کا صحیح ادراک پانے والے ہیں۔ کل کی رپورٹ میں مَیں نے ایک آدھ کا ذکر کیا تھا۔ بہت سارے ایسے ہیں جو آپ کا کلام پڑھ کر پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سچا، عاشقِ صادق لگتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتَم المومنینؐ، خاتَم العارفینؐ اور خاتَم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکُتب اور خاتَم الکُتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتَم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مُراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعًا آپؐ خاتَم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں، وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہوگئے اور قرآن شریف خاتم الکُتب ٹھہرا''۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 227 ایڈیشن 2003ء)

یہ ہے خاتَم النبیین کا اور قرآنِ کریم کے خاتم الکتب ہونے کا وہ اعلیٰ عرفان جو آپ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

''اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دُوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتَم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا، بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دُنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اِس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آ کر اُس کا کمال ہو جاتا ہے جب کہ اُسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے''۔

پھر فرماتے ہیں: ''......مَیں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور اُن پر کیا افسوس کروں، اگر اُن کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور وہ حقیقت اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہوگئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں، ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہل حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 228-227۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

یعنی مسیح موعود علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ بجائے ہم پر کافر کے فتوے لگانے کے خود اپنے آپ پر فتوے لگا رہے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''کیا بنی اسرائیل کے بقیہ یہود یا حضرت مسیح علیہ السلام کو خداوند خداوند پکارنے والے عیسائیوں میں کوئی ہے جو ان نشانات میں میرا مقابلہ کرے۔ مَیں پکار کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ پھر یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداری معجزہ نمائی کی قوت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ نبی متبوع کے معجزات ہی وہ معجزات کہلاتے ہیں جو اس کے کسی متبع کے ہاتھ پر سرزد ہوں۔ پس جو نشانات خوارق عادات مجھے دیئے گئے ہیں، جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزات ہیں اور کسی دوسرے نبی کے متبع کو یہ آج فخر نہیں ہے کہ وہ اس طرح پر دعوت کر کے ظاہر کر دے کہ وہ بھی اپنے اندر اپنے ہی متبوع کی قُدسی قوت کی وجہ سے خوارق دکھا سکتا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ رسُول ابدالآباد کے لیے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں، جن کے انفاس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدانمائی کا ثبوت دیتا رہتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 275 ایڈیشن 2003ء)

یہ ختمِ نبوت کا مقام ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے کہ اب یہی نبی ہے جس کی شریعت تا قیامت ہے اور کامل ہے اور جس کے معجزات تا قیامت زندہ ہیں، کوئی دوسرا مذہب اس زندہ نبی کے معجزات دکھانے میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور آپ کی قوتِ قدسی ہی ہے جس کی وجہ سے عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے سے نشان ظاہر فرمائے ہیں۔ یہ میری برتری نہیں ہے، میرا مقام نہیں ہے بلکہ اُس نبی کا مقام ہے اور اُس کی قوتِ قدسی ہے جس کی میں پیروی اور اتباع کر رہا ہوں کہ خدا میرے ذریعے سے بھی معجزہ دکھا رہا ہے۔ اس میں میرا مقابلہ کر لو لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا۔

پس آپ نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ثابت کر کے دکھائی ہے، نہ کہ مقام گرایا ہے۔ اور آج تک عیسائیوں میں سے بھی اور دوسرے مذاہب میں سے بھی جو سعید فطرت روحیں ہیں وہ اس کو سمجھ رہی ہیں اور احمدیت کی آغوش میں آ رہی ہیں اور صحیح اسلام کا فہم و ادراک حاصل کر رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے بن رہے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی با قاعدہ ہوئی۔ میرے پاس ایک یہودی مصنف کی کتاب ہے۔ اس نے صاف اور واضح طور پر لکھا ہے، بلکہ مسیحؑ کے اُستاد کا نام تک بتایا ہے اور پھر زَد بھی کی ہے کہ اسی وقت سے توریت اور صحفِ انبیاء کے مضامین ان کو پسند آئے تھے اور جو کچھ انجیل میں ہے وہ صحفِ انبیاء سے زائد نہیں۔ اس نے بتلایا ہے کہ ایک مدت دراز تک وہ یہود کے شاگرد رہے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کسی یہودی، نصاریٰ، ہندی سے پوچھو کہ آپؐ نے بھی کہیں تعلیم پائی تھی، تو وہ صاف کہے گا کہ ہرگز نہیں۔ کتنی بڑی ربوبیت کا مظہر ہے۔ انسان جب بچپن کی حالت سے آگے نکلتا ہے جو بلوغ سے پہلے ہے تو عام طور پر مکتب میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ پہلا قدم ہوتا ہے، مگر آپؐ کی زندگی کا پہلا قدم ہی گویا اعجاز تھا۔ چونکہ آپؐ کو خاتَم الانبیاء ٹھہرایا تھا۔ اس لئے آپؐ کے وجود میں حرکات وسکنات میں بھی اعجاز رکھ دیئے تھے۔ آپؐ کی طرز زندگی کہ الف۔ بے تک نہیں پڑھا اور قرآن جیسی بینظیر نعمت لائے اور ایسا عظیم الشان معجزہ امت کو دیا۔ پہلے نبی آئے اور ایک خاص وقت تک دُنیا میں رہ کر چل دیئے اور دین وہیں کالعدم ہوگیا۔ اور خدا کو ان کا محو کرنا ہی منظور تھا، مگر اس دین کے اظلال و آثار کا قیام منظور تھا اور چونکہ کوئی دین معجزات کے بدوں رہ نہیں سکتا، ورنہ چند روز تک سماعی باتوں پر یقین رہتا ہے۔ پھر کہہ دیتے ہیں (پنجابی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ ''ایہہ جہاں مٹھاتے اگلا کن ڈٹھا''۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ اسلام کے ساتھ زندہ معجزہ ہو''۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 329-328 ایڈیشن 2003ء)

پس یہ مقام دکھایا کہ آپؐ نبوت کے بعد خاتم النبیین نہیں بنے بلکہ آپ اپنی پیدائش سے ہی خاتم النبیین تھے اور آپ کی زندگی کا پہلا قدم ہی، اس دنیا میں آنا ہی آپؐ کو ختمِ نبوت کی مہر کے ساتھ لے کر آیا تھا اور پھر وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعة:4)۔ کا اعجاز دکھا کر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں سے برتر ثابت کرنے کے لئے یہ معجزہ بھی دکھایا کہ آپ کے غلام کے ذریعہ بھی آپ کی نبوت کے تسلسل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے رنگ سے اور اس کے ذریعے سے جاری فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم النبیین یقین نہ کرے۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتا، کچھ نہیں۔ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے کہ ۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفیٰ

(اس فارسی شعر کا مطلب یہ ہے کہ زہد، پرہیزگاری اور صدق و صفا کے لئے کوشش کرو لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو)۔

فرمایا ''ہمارا مدّعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعے قائم کی ہیں۔ ان ساری گدیوں کو دیکھ لو' (پیروں فقیروں کی گدیوں کو)۔'' اور عملی طور پر مشاہدہ کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر220

مکرم عدنان عبدالقادر غرایبہ صاحب (2)

پچھلی قسط میں ہم نے مکرم عدنان عبد القادر غرایبہ صاحب کے سفر کی کہانی کے بعض مراحل بیان کئے تھے۔ایک عمرہ کا ذکر کرنے کے بعد وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں کافی عرصہ وساوس کی زد میں رہا۔پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے سکینت عطا فرمائی تو نماز فجر کے بعد مَیں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو نے میری اصلاح نہ کی تو مَیں ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔اے غفور رحیم مجھے اپنی ناراضگی سے محفوظ رکھ اور اپنے راستوں کی طرف خود میری راہنمائی فرما۔

رؤیا اور افضالِ خداوندی

اسی رات مَیں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا کہ سورج غروب ہونے کا وقت قریب ہے۔اس وقت ایک مینارہ نظر آتا ہے جس پر سبز رنگ کی روشنی نظر آ رہی ہے۔مَیں اسے دیکھتا ہوں اور رات ہونے لگتی ہے۔ اسی اثناء میں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے اور جب پوری اذان ہو جاتی ہے تو مَیں کہتا ہوں خدایا یہ اذان کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ ایسے میں مجھے کوئی کہتا ہے کہ مسجد سے آ رہی ہے جس کا نام ”مسجد نور“ ہے اس میں تمہیں انبیاء اور صالحین ملیں گے۔مَیں اس سے پوچھتا ہوں وہ کیسے؟ تو وہ مجھے مسجد کے اندر کا منظر دکھاتے ہوئے کہتا ہے کہ: ایسے۔مَیں نے دیکھا کہ مسجد کے اندر بہت سے لوگ ایک پاکستانی یا انڈین شخص کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں جس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی عینک ہے۔مجھے یہ منظر دکھانے والا شخص کہتا ہے کہ یہ لوگ فرانس اور جرمنی اور برطانیہ کے رہائشی ہیں۔پھر مجھے مسجد کی چھت دکھاتا ہے جو یورپین سٹائل کی سرخ اینٹوں سے بنی ہے۔ایسے لگتا ہے کہ یہ پہلے چرچ تھا جو مسجد میں تبدیل ہو گیا اور قبل ازیں چرچ میں آنے والے تمام لوگ مسجد کے نمازی بن گئے ہیں۔یہ دیکھ کر مَیں خواب میں ہی پاکستانی یا انڈین شخص کے پاس جاتا ہوں اور اسے کہتا ہوں کہ مَیں نے آپ کو خواب میں پہلے بھی دیکھا ہے۔وہ کہتا ہے: مومنوں کی اس طرح کی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔

یوں یہ رؤیا تو ختم ہو گیا۔لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے عجیب فضلوں کا نزول شروع ہو گیا۔اکثر سچی خوابیں آنے لگیں۔اور خدا تعالیٰ کے فضل سے نئے نئے علمی نکتے اور معرفت کی باتیں سمجھ میں آنے لگیں۔میری باتیں سن کر اکثر لوگ مجھے کہنے لگے کہ تم عجیب وغریب باتیں کرنے لگے ہو۔

{گو آج اس رؤیا پر غور کرنے والے کی نظر فوراً جماعت کی طرف ہی جاتی ہے۔لیکن جب عدنان صاحب نے یہ رؤیا دیکھا تھا اس وقت انہیں احمدیت کے بارہ میں کچھ پتہ نہ تھا اور نہ ہی یہ علم تھا کہ یورپ میں ایک پاکستانی شخص خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے موجود ہے اور جماعت یہاں مساجد کی تعمیر میں بھرپور کوشش کر رہی ہے اور اہل یورپ احمدیت قبول کر رہے ہیں وغیرہ۔ندیم}

سلفی بھائی کے ساتھ بحث

مکرم عدنان صاحب کہتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جسے سلفی طرز فکر میں دلچسپی تھی اس نے بعض کتب تفسیر پڑھیں اور لوگوں کو اکثر کہتا تھا کہ علم سیکھو اور علماء کی کتب پڑھا کرو۔

ایک دن مَیں نے اس سے پوچھا: تم کس نہج کی پیروی کر رہے ہو؟

سلفی بھائی: مَیں تو سلفِ صالح کے طریق پر ہوں۔

عدنان غرایبہ: سلف صالح سے آپ کی کیا مراد ہے؟

سلفی بھائی: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

عدنان غرایبہ: پھر تم سلف صالح کی بجائے یہ کیوں نہیں کہتے کہ مَیں صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ صحابہ کے بارہ میں ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔جبکہ صحابہ کے علاوہ اور کسی کے بارہ میں آپ نے ایسا نہیں کہا۔اس لئے وہ نام استعمال کرو جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا ہے۔اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

تم قادیانیوں کی طرح بات کرتے ہو!

مَیں نے اپنے اس سلفی بھائی کو بعد میں بتایا کہ تم علم سیکھنے اور علماء کی کتب پڑھنے کی دعوت دیتے ہو لیکن اصل علم کیا ہے؟ اصل علم خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے کیونکہ اگر کوئی نامور سائنسدان ہو کر بھی بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہو یا خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو وہ حقیقی علم سے بے بہرہ اور جاہل ہی کہلائے گا۔پس حقیقی علم سے مراد خدا کی معرفت اور اس کا خوف اور خشیت ہے اور جوں جوں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور معرفت بڑھتی جاتی ہے انسان اس کا مطیع ہوتا جائے گا اور پھر غلط کاموں سے رکنے اور اچھے اعمال کی پابندی کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29) کہ جو خدا سے ڈرتے ہیں وہی حقیقی علماء ہیں۔میرے بھائی نے یہ باتیں سنی تو کہنے لگا تم تو قادیانیوں کی طرح بات کرتے ہو۔مَیں اس وقت تک احمدیت سے ناواقف تھا۔تاہم اپنے بھائی کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی فوراً اسے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ کون لوگ ہیں لیکن اگر وہ یہی بات کرتے ہیں تو وہ یقیناً سچے لوگ ہیں، کیونکہ ایسی باتیں ان کتابوں میں نہیں پائی جاتیں جو تم پڑھتے ہو۔یہ باتیں خدا کی طرف سے خاص عطا کے طور پر ملتی ہیں۔

تم کہاں تھے؟

جماعت احمدیہ کے بارہ میں جاننے سے قبل مَیں نے ایک رؤیا دیکھا لیکن مجھے اس میں موجود پیغام کی اس وقت سمجھ نہ آئی۔

مَیں نے دیکھا کہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی تیاری میں ہیں۔آپ کے سامنے ایک چھوٹا سا دریا رواں دواں ہے۔آپؐ مجھے نماز مغرب ادا کرنے کے لئے بلاتے ہیں۔مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک واضح نظر نہیں آتا۔ آپ صف میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم کہاں تھے؟ ہم کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں، اب آ جاؤ اور ہمارے ساتھ نماز ادا کرو۔یہ کہہ کر آپ اپنے پیچھے صف میں ایک خالی جگہ کی طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں تا مَیں وہاں کھڑا ہو جاؤں۔جب مَیں قریب پہنچتا ہوں تو پہلے صف کے دائیں طرف سے ایک باریش شخص نکلتا ہے اور وہی بات کہتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ تم کہاں تھے، ہم تو اتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے تھے، اب آ جاؤ اور یہاں ہمارے ساتھ نماز ادا کرلو۔ پھر صف میں اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تمہاری جگہ ہے۔

خواب کی تعبیر

مجھے اس رؤیا میں موجود پیغام کی سمجھ نہ آئی۔ دوسال گزر گئے۔ایک دن میں سخت تھکا ہوا تھا اور طبیعت میں افسردگی سی طاری تھی۔ایسے میں آرام کے لئے لیٹ گیا اور ٹی وی آن کر کے مختلف چینلز بدلنے لگا۔اکثر چینلز پر ناچ گانے اور ڈرامے چل رہے تھے اس لئے مَیں کوئی دینی چینل تلاش کرنے لگا۔یہی تلاش مجھے ایم ٹی اے تک لے آئی جس پر اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک پروگرام لگا ہوا تھا جسے دیکھ کر مَیں نے اندازہ لگایا کہ شاید یہ کسی روسی ریاست کا ٹی وی ہے۔نہ جانے کس خیال سے مَیں نے چینل نہ بدلا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ یہ پروگرام ختم ہو گیا اور اگلے پروگرام میں اچانک مجھے وہی شخص نظر آیا جس نے مجھے رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پہلی صف کے دائیں جانب سے نکل کر کہا تھا کہ ہم تو اتنی دیر سے تمہار انتظار کر رہے تھے، اب آ جاؤ اور یہاں ہمارے ساتھ نماز ادا کرلو۔یہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تھے۔یہ دیکھتے ہی میرا اشتیاق بڑھا اور مَیں بڑے انہماک سے پروگرام دیکھنے لگا۔اس پروگرام کے بعد ایک قصیدہ پیش کیا گیا جس میں ایک شخص کی تصویر دکھائی گئی جس کے نیچے مسیح موعود وامام مہدی لکھا ہوا تھا، یہ ہو بہو وہی شخصیت تھی جسے خواب میں مَیں نے دیکھا تھا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نماز کی امامت کروانے کے لئے کھڑے ہیں۔

میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور اس وضاحت کے ساتھ رؤیا کے پورے ہونے پر میرا دل یکدفعہ ایمان کی دولت سے بھر گیا اور مَیں نے بے اختیار ہو کر کہا کہ خدا کی قسم یہی سچا امام مہدی ہے۔

بہت تھوڑے وقت میں کچھ اس ترتیب سے یہ واقعات ہوئے کہ جماعت کی صداقت پرکھنے کے لئے مجھے کسی نشان یا دلیل کی ضرورت نہ رہی بلکہ ایمان ویقین ایک پل میں ہی دل کی گہرائیوں تک جا پہنچا تھا۔مجھے سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔اب اس جماعت سے دوری مشکل تھی۔ بالآخر ٹی وی کی سکرین پر دیئے گئے فون نمبر پر رابطہ کیا تو مجھے جماعت احمدیہ اردن سے رابطہ کی تفاصیل مہیا کر دی گئیں اور یوں میری ان سے بہت جلد ملاقات بھی ہو گئی۔

جب مَیں 2010ء کے ابتدائی ایام میں مکرم غانم احمد غانم صاحب صدر جماعت اردن کے پاس بیعت فارم پُر کرنے کے لئے گیا تو انہوں نے بھی کسی قدر تعجب کا اظہار کیا کہ مَیں بغیر کسی سوال پوچھنے کے بیعت کر رہا تھا۔مَیں نے ان سے کہا کہ مجھے جماعت کی صداقت میں کوئی شک وشبہ ہے ہی نہیں، نہ ہی کوئی سوال ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود میرے تمام سوالوں کا جواب دیا ہے اور اپنے فضل سے اس جماعت کی طرف خود ہدایت دی ہے۔الحمدللہ۔

ضیافت کا انتظام

بیعت کے بعد عبادتیں پُرلذت ہوگئیں اور اخلاق بھی سنورنے لگے۔مجھے لوگوں کی خدمت اور مدد کر کے عجیب سکون ملتا تھا۔ یہاں تک کہ خود تنگی برداشت کر کے بھی مَیں دوسروں کی مدد کرنے لگا۔اس عرصہ میں مجھے دو ایسے اشخاص کی مدد کی توفیق ملی جن کے ذمہ ہزاروں دینار کا قرضہ تھا لیکن ان کی مالی حالت ایسی خراب ہو گئی تھی کہ قرض کے بوجھ تلے دب کے رہ گئے تھے اور ادائیگی ناممکن تھی۔مَیں نے خود کو مشقت میں ڈال کر ان کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی۔جس کی وجہ سے کافی عرصہ تک مجھے مالی تنگی کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ اسی حالت میں رمضان آ گیا اور آخری عشرہ میں تو میری یہ حالت تھی کہ شام کو روزہ کھولنے کے لئے بھی گھر میں کچھ نہ تھا۔انہی دنوں کی بات ہے کہ میری چھوٹی بیٹی آئی اور بڑے پیار سے مجھے کہنے لگی کہ آج مَیں نے مچھلی کا گوشت کھانا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ میرے پاس اتنی بھی مالی کشائش نہ تھی کہ مَیں اپنی اس معصوم سی بچی کی معصوم سی خواہش کو بھی پورا کر سکتا۔اسے ٹالنے کے لئے مَیں نے کہا بیٹا ابھی تو روزہ ہے لیکن مغرب کی اذان کے وقت جب مچھلی تیار ہو جائے گی تو پھر دیکھیں گے۔مجھے یہ تو معلوم تھا کہ میرے پاس اپنی بیٹی کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن اپنے خدا تعالیٰ پر بہت بھروسہ تھا کہ کہیں سے کچھ رقم کا انتظام ہو جائے گا جس سے شام کو تھوڑی سی مچھلی خریدی جا سکے گی۔مَیں ابھی سوچوں کے اسی گرداب میں ہی تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔مجھے دروازے کی طرف جاتے ہوئے یہ احساس بھی بشدت دامنگیر

باقی صفحہ نمبر 4 پر ملاحظہ فرمائیں

متی کی انجیل پر ایک نظر

(سید میر محمود احمد ناصر۔ ربوہ)

قسط نمبر29

متی باب20

اس باب میں ان باتوں کو چھوڑ کر جن کے متعلق پہلے تبصرہ کیا جاچکا ہے مثلاً معجزات وغیرہ ہم ان باتوں پر اپنے تبصرہ کو محدود رکھیں گے جن کا ذکر پہلے تفصیل سے نہیں ہوا۔

ان میں سے ایک بیان ایک ماں کی التجاء کے عنوان سے بیان ہے اور متی باب 20 آیت20 تا 28 میں بیان ہے اور مرقس باب 10 آیت35 تا45 میں درج ہے، لکھا ہے: ''اس وقت زبدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کے سامنے آ کر سجدہ کیا اور اس سے کچھ عرض کرنے لگی۔ اس نے اس سے کہا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے اس سے کہا فرما کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوع نے جواب میں کہا تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو۔ جو پیالہ میں پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو؟ انہوں نے اس سے کہا پی سکتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا میرا پیالہ تو پیو گے لیکن اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا ان ہی کے لئے ہے۔ (متی باب20 آیت20 تا23)

عیسائی چرچ بیٹے کو باپ کے برابر، اس کے ہم مرتبہ اور علم، ارادہ، طاقت میں اس کے مساوی قرار دیتا ہے۔ جبکہ بیٹا ہر جگہ اپنے آپ کو باپ سے کم تر اور کم اختیار رکھنے والا قرار دیتا ہے۔ اس بیان میں بھی یسوع نے علی الاعلان اپنا مقام خدا باپ سے کم تر قرار دیا ہے۔ اگر یسوع بیک وقت انسان ہوتے ہوئے خدا بھی تھا تو اس کا یہ جواب بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زبدی کے بیٹوں کی ماں اور اس کے بیٹے یسوع انسان سے درخواست نہیں کر رہے تھے بلکہ خدا بیٹے سے مانگ رہے ہیں۔ مگر ان کو جواب دیا گیا کہ دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔ معلوم ہوا کہ چرچ کا یہ دعویٰ کہ بیٹا خدا باپ کی طرح خدا ہے اور مرتبہ، علم، ارادہ اور اختیار میں خدا باپ کے برابر ہے، ہرگز درست نہیں۔

ہم دردمندانہ دل کے ساتھ اپنے مسیحی بھائیوں سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ روایتی عقائد کو مانتے ہوئے اور بچپن میں سکھلائی گئی باتوں کو چھوڑ کر دیانتداری کے ساتھ یسوع کے کلام کو پڑھیں کہ باوجودیکہ اس کلام میں بھی کمی بیشی، اضافے اور تحریفیں ہوئی ہیں۔ مگر پھر بھی بیٹے کے انسان ہونے، کمزور ہونے، نیک نہ ہونے، علم نہ رکھنے، اختیار کے مالک نہ ہونے، بھیجنے والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہونے اور خدا باپ سے دعا کرنے کے اقرار کا واضح ذکر ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ان تمام اقراروں کے باوجود چرچ بیٹے کو خدا قرار دیتا ہے اور خدا کے برابر اس کو درجہ دیتا ہے۔ مَیں صرف اپنے مسیحی بھائیوں سے یہ پوچھوں گا کہ اگر یسوع خدا تھا تو اس کے مرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور اگر یسوع انسان تھا تو کوئی انسان مر کر دوبارہ زندہ نہیں ہوا کرتا۔

✡......اوپر جو یسوع کی گفتگو زبدی کی بیوی اور بیٹوں سے ہے اس کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب زبدی کی بیوی اور بیٹوں کی طرف سے درخواست ہوئی کہ ان کو دائیں بائیں بٹھانے کا اعزاز حاصل ہو تو یسوع نے اس سے پوچھا کیا تم وہ پیالہ جو مَیں پینے کو ہوں پی سکتے ہو۔ اس پر انہوں نے جواب دیا ہاں ہم پی سکتے ہیں۔ اس پر یسوع نے کہا مگر پھر بھی دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔

فرمائیے پادری صاحبان! اگر یسوع کو دونوں صورتوں میں یہ اختیار ہی نہیں تھا تو اس سوال کے پوچھنے کے معنی ہی کیا ہیں اور اس سوال کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بظاہر نظر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یسوع یہ کہنا چاہتے تھے کہ تم دونوں چونکہ میرے جیسا بپتسمہ نہیں لے سکتے اس لئے دائیں بائیں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ مگر جب دونوں نے یہ کہہ کر کہ ہم یہ پیالہ پی سکتے ہیں یسوع کو لاجواب کر دیا تو یسوع نے ایک اور عذر تراشا۔

✡......متی کے بیان کے مطابق یسوع سے درخواست زبدی کے بیٹوں کی ماں نے کی تھی مگر جواب بیٹوں کو دیا گیا۔ مرقس کے بیان میں ماں کا کوئی ذکر نہیں اور سوال جواب بیٹوں سے ہی ہے۔ اس بارہ میں Peaks Commentary on the Bible کے ایڈیٹر کا بیان قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں:۔

22 ('you do not know... are you able.') shows that the mother is a later addition: only the sons are in the picture.

یہ بیان ایک مزید اقرار ہے کہ انجیل نویس اصل واقعات کے بیان میں اپنی طرف سے اضافے کرتے رہتے ہیں اور اس کے باوجود اس کتاب کو خدا کا کلام کہا جاتا ہے۔

✡......زبدی کے بیٹوں نے جب اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کو یسوع کی بادشاہی میں دائیں بائیں بیٹھنے کا اعزاز ملے تو باقی شاگردوں کو یہ بات گراں گزری، لکھا ہے:

اور جب دسوں نے یہ سنا تو ان دونوں بھائیوں سے خفا ہوئے۔ مگر یسوع نے انہیں پاس بلا کر کہا تم جانتے ہو کہ غیر قوموں کے سرداران پر حکومت چلاتے اور امیران پر اختیار جتاتے ہیں۔ تم میں ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے۔ اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے۔ چنانچہ ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔ (متی باب 20 آیت24 تا28)

بعض دفعہ بعض مسیحی ان الفاظ سے یہ استنباط کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا اس میں اس قربانی کی طرف اشارہ ہے جو یسوع نے صلیب پر چڑھ کر ماننے والوں کے گناہ معاف کرانے کے لئے خدا کے حضور پیش کی۔ حالانکہ یہاں تو یسوع اپنے شاگردوں کو قربانی کا ایک سبق دے رہے ہیں۔ اگر یہاں مزعومہ کفارہ والی قربانی کا ذکر ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ تمام شاگردوں نے بھی کفارہ کے طور پر قربانی پیش کی ہے۔ عیسائی مفسرین میں سے بعض یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہاں کفّارہ والی قربانی کا ذکر نہیں بلکہ ایک اخلاقی سبق کا بیان ہے۔ انٹرپریٹرز بائبل کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:۔

The idea is not derived from the mystery religions or any other Hellenistic source, but is in accord with Jewish examples of the rabbinical doctrine that the death of the righteous actions for others.

اسی طرح Peaks Commentary on the Bible کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:۔

'A ransom for many'. To this saying we may observe that it actually occurs in an ethical setting and not as a theological kerygmatic statement in its own right. Already this should warn us against pressing it for Christological significance Jewish martytrological texts (e.g;2 Mac 7.37, 4 Mac,6;28 and 17;21f) describe the death of the faithful as producing ransom for Israel.

یہ تصور کہ یسوع نے صلیب پر لٹک کر خودکشی کی تاکہ دوسروں کی نجات کا سامان کریں، نہ خدا کے کلام میں ہمیں ملتا ہے نہ ہی عقل انسانی اس کی تائید کرتی ہے۔ نجات کا تعلق گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے اور ان سے توبہ کرنے سے ہے۔ کسی دوسرے کی خودکشی اور موت کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص گناہ سے پاک ہو۔ دوسروں کو گناہوں سے بچنے کی ترغیب دینا ہی دراصل ہمدردی کا طریق ہے اور اسی طریق میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سب سے بڑھ کر ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کے لئے جان کو وقف کر دیا تھا اور دُعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور ان کے جور و جفا اٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُوْمِنِیْنَ (الشعراء:4)......کیا تُو اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کے لئے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا؟......سو قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کے لئے قانون قدرت کی مفید راہوں کے موافق اپنی جان پر سختی اٹھاویں اور مناسب تدبیروں کے بجالانے سے اپنی جان ان پر فدا کر دیں نہ یہ کہ قوم کو سخت بلا یا گمراہی میں دیکھ کر اور خطرناک حالت میں پاکر اپنے سر پر پتھر مار لیں یا دو تین رتی اسٹرکنیا کھا کر اس جہان سے رخصت ہو جائیں اور پھر گمان کریں کہ ہم نے اپنی اس حرکت بیجا سے قوم کو نجات دے دی ہے۔ یہ مَردوں کا کام نہیں ہے۔ زنانہ خصلتیں ہیں۔ اور بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے کہ مصیبت کو قابلِ برداشت نہ پاکر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد10 صفحہ 448،449)

(باقی آئندہ)

بقیہ: مصالح العرب از صفحہ نمبر 3

ہو رہا تھا کہ دروازے پر کہیں کوئی سائل ہی نہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں اسے دینے کے لئے میرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے او رشرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ دو بچے کھڑے ہیں ایک اپنے ہاتھ میں ایک پلیٹ میں مچھلی اور چاول لئے اور دوسرا سلاد لئے کھڑا ہے۔ مَیں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم یہاں سے چار سو کلومیٹر دور واقع شہر ''الزرقاء'' کے رہنے والے ہیں۔ مَیں نے ان کا اپنے شہر میں آنے کا سبب تو نہ پوچھا تاہم یہ ضرور پوچھا کہ اس شہر میں اور اس محلے میں باقی گھر چھوڑ کر تم میرے گھر ہی کیوں آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم کئی گھروں کے سامنے رُکے اور یہ کھانا پیش کرنے کا ارادہ کیا لیکن نجانے کیوں ایسا نہ کرسکے یہاں تک کہ آپ کے گھر کے سامنے والے کھلے میدان میں پہنچے تو آپ کے گھر کی طرف ہمارے قدم اٹھتے چلے گئے۔ یہ سن کر میری آنکھیں اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر جذباتِ تشکر سے معمور آنسوؤں سے بھر آئیں۔

نور کے ستون

اسی رمضان کی 25 تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں دکھایا کہ ملائکہ مجھے اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ میں لے گئے ہیں جہاں سے نور کے ستون نکلتے ہوئے آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے۔ ہم اس نور میں داخل ہو جاتے ہیں تو وہ آن کی آن میں ہی ہمیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ اس نور کی کیفیت، اس کا رنگ اور اس کو دیکھنے کی کچھ ایسی لذت تھی کہ جس کا بیان ناممکن ہے۔ ابھی تک جب اس نور کے بارہ میں تصور کرتا ہوں تو غیر معمولی روحانی لذت کے احساس سے جسم و جان معطر ہو جاتی ہے۔

جب مَیں نے پہلی مرتبہ حضور انور کو دیکھا تو میرے دل میں یہی احساس تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس خلیفہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا اور اس کے ذریعہ عرب دنیا میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تبلیغ بکثرت پھیلے گی۔ اور اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے 3 العربیہ کو ایک فتح عظیم کے طور پر عطا فرمایا ہے۔

(باقی آئندہ)

✡✡✡✡✡✡

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact: Anas A.Khan, John Thompson , Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف صحابہ کی بعض دلچسپ اور ایمان افروز روایات کا تذکرہ

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی روحانیت میں بھی مزید ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

کراچی اور گھٹیالیاں میں ہونے والی حالیہ دو شہادتوں کا تذکرہ اور دعا کی تحریک۔

مکرمہ سیدہ امتہ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم سید عبدالغنی شاہ صاحب مرحوم کی وفات۔ مرحومہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 19/ اکتوبر 2012ء بمطابق 19/ اخاء 1391 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آج میں پھر آپ کو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں لے کر جاؤں گا۔ اُن کی روایات بیان کر رہا ہوں۔ یہ روایات اُن لوگوں کے ایمان کا اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس کا ایک عجیب نقشہ کھینچتی ہیں۔

حضرت ولایت شاہ صاحبؓ ولد سید حسین علی شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے مجھے بہت کم موقع ملے تھے کیونکہ میں ایک ایسی ملازمت میں تھا جس میں رخصت بہت کم ملتی تھی۔ میں نے خواب کی بناء پر بیعت کی تھی جو یہ تھی کہ ہیڈ ورکس مادھو پور جہاں سے ہیڈ باری دوآب نہر نکلتی ہے، وہاں میں تعینات تھا۔ سرکاری کوارٹر کی دیوار پر سے جس کے صحن میں مَیں سویا ہوا تھا، ایک جماعت بہت خوش سلوک اشخاص کی جن کے آگے آگے ایک بزرگ نہایت خوبصورت شکل اور نہایت خوبصورت لباس میں ملبوس، تاج ایسا چمکدار جس پر نظر نہ ٹھہر سکے، سر پر پہنے ہوئے گزر کر میرے کوارٹر کی چھت پر چڑھ گئے۔ (ایک جلوس نکل رہا تھا، لوگوں کا ایک گروہ تھا، اُس کے آگے جو بزرگ اُن کو لیڈ (Lead) کر رہے تھے، اُن کا نقشہ کھینچا ہے کہ دیوار پر سے گزر رہے تھے) اور وہاں بگل کے ذریعہ سے اذان کہی جس کی آواز بہت دور دور تک پہنچی تھی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ اسی دیوار پر سے واپس تشریف لائے۔ (یہ خواب کا نظارہ بتا رہے ہیں۔) کہتے ہیں کہ جب میری چارپائی کے پاس سے گزرے تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ بھائی، پاخانہ اندر سے باہر کر دو، (یعنی اپنا جو نجس اور گند ہے نکال کے باہر کر دو) میں نے خواب میں عرض کیا کہ بہت اچھا جناب۔ جب وہ آگے ہو گئے تب میں نے اُن کے پیچھے جو دوست تھے اُن سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ آپ نہیں جانتے؟ یہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اسی فجر کو میرے دوست ڈاکٹر محمد اسمعیل خان صاحب مرحوم نے میرے دروازے پر آ کر دستک دی۔ جب میں باہر آیا تو انہوں نے فرمایا شاہ صاحب! آپ تو احمدی ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ آج رات مجھے خواب آیا ہے کہ آپ شفاخانہ میں آ کر بیٹھے ہیں اور میں نے اندر جا کر اپنا صندوق کھول کر ایک بہت عمدہ خوبصورت انگرکھا (ایک گاؤن سا) نکال کر آپ کو پہنایا ہے اور وہ آپ کے بدن پر بہت فِٹ (Fit) آیا ہے۔ اس کے بعد میں نے بہت خوبصورت عمدہ عمدہ بٹن لا کر اُس گاؤن میں لگا دیئے۔ (تو یہ خواب صرف انہی کو نہیں آئی بلکہ ان کے احمدی دوست تھے، اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ سے اشارۃً بتا دیا کہ اس طرح احمدیت کی طرف مائل ہو گئے ہیں یا احمدی ہو جائیں گے کیونکہ نیک فطرت ہیں۔) بہرحال کہتے ہیں اس کے کچھ عرصے کے بعد میں اپنے سسرال والوں کے گھر سید اکبر شاہ مرحوم کے مکان میں آیا۔ مرزا غلام اللہ صاحب مرحوم جو کہ پڑوسی تھے، میرے پاس آئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ میں اُن کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں گیا۔ وہاں انہوں نے مجھے منبر کے پاس بٹھا دیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تب انہوں نے حضور انور کی خدمت میں میری بیعت لینے کے متعلق عرض کیا۔ حضور انور نے نہایت شفقت سے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور دیگر بیعت کرنے والوں نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 7 صفحہ 144۔ روایات حضرت ولایت شاہ صاحبؓ)

پھر اسی طرح بیعت کا واقعہ حضرت عنایت اللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1901ء میں بیعت کی تھی۔ (کہتے ہیں) اُس وقت میری عمر قریباً پندرہ سال کی تھی۔ جب میں پہلی دفعہ قادیان آیا تو ایک عطر کی شیشی ہمراہ لایا۔ پیدل سفر کیا۔ رات بٹالہ رہا۔ جب شیشی دیکھی تو سوائے ایک قطرہ کے باقی ضائع ہو گیا۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔ شام کی نماز کے وقت جب حضور مسجد مبارک کی چھت پر تشریف لائے۔ مصافحہ کیا۔ اور حضور کو بندے نے دبانا شروع کیا تو عرض کی مَیں ایک شیشی عطر لایا تھا، وہ راستہ میں ضائع ہو گیا۔ شیشی حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ فرمایا تم کو پوری شیشی کا ثواب مل گیا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیشی میں جو تھوڑا سا عطر کا ایک آدھ قطرہ رہ گیا تھا، اُس کو قبول فرمایا اور فرمایا تمہاری نیت تحفہ دینے کی تھی، تمہیں پوری شیشی کا ثواب مل گیا ہے۔) پھر کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بیعت کی اور دس یوم تک رہا۔

پھر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قادیان سے واپسی پر بٹالہ پہنچا۔ ایک ذمہ دار ہمراہ تھا۔ رات بٹالہ رہا۔ زمیندار نے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت صاحب سے اجازت لے لی تھی۔ مَیں نے کہا: نہیں۔ مجھے افسوس ہوا کہ اجازت لے کر نہیں آیا۔ (کہتے ہیں کہ) رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور چارپائی پر بیٹھے روٹی کھا رہے ہیں۔ مجھے بھی کھانے کا حکم دیا۔ نصف حضور نے کھائی، باقی بندہ نے اور حضور نے فرمایا: جاؤ، آپ کو جانے کی اجازت ہے۔ (کہتے ہیں) بالکل ناخواندہ (اَن پڑھ) آدمی تھا، زبان میں بھی لکنت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور نظر کی برکت سے اب مَیں بالکل ٹھیک ہوں۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 1 صفحہ 139۔ روایات حضرت عنایت اللہ صاحبؓ)

حضرت شیخ عطاء اللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں گول کمرہ کے قریب جہاں بابو فخر الدین ملتانی کی دوکان تھی، کھڑا تھا تو حضرت اقدس علیہ السلام خود بنفس نفیس مسجد مبارک کے دروازے پر آئے اور مجھے آواز دی کہ میاں عطاء اللہ! یہ چٹھی لیٹر بکس میں ڈال دیں۔ جس پر میں بڑا خوش ہوا کہ حضور کو میرا نام خوب یاد ہے۔ مغرب کے وقت حضور انور ایک معمولی گلاس بکری کے کچے دودھ کا روزمرہ نوش فرماتے تھے۔ ایک شخص نے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) عرض کیا کہ حضور! کچا دودھ نہ پیا کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کچا دودھ ہی پیا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد جب میں محکمہ ٹیلی گراف میں نوکر تھا۔ (کہتے ہیں) مجھے بڑا شدید بخار ہو گیا، بلکہ تپ دِق سے بھی سخت بیمار ہو گیا۔ رخصت لے کر قادیان چلا گیا۔ حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دولت خانے میں قیام پذیر تھا کیونکہ اُنہی کے ذریعہ سے میں جموں میں مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اس روحانی اور گہرے تعلق کی وجہ سے خلیفۃ المسیح الاولؓ نے میرا علاج شروع کیا۔ مجھے صبح سویرے کھچڑی چاول اور بعد میں ایک اُبلا ہوا انڈہ کھلا کر دوائی دیتے تھے۔ یہ چیزیں کھا کھا کر جن کی مجھے عادت نہیں تھی زبان کا ذائقہ بگڑ گیا۔ کہتے ہیں ایک روز میں نے شام کو محترمہ اماں جان والدہ عبدالسلام صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیگم) کو التجا کی کہ میری

زبان کا ذائقہ خراب رہتا ہے۔ اگر کچھ شوربہ یا کچھ اور نمکین چیز ہو تو ذائقہ درست ہو جاوے گا۔ انہوں نے فرمایا: مولوی صاحب ناراض ہوں گے۔ مگر انہوں نے ایک کپڑے سے مرچوں کو چھان کر اور صاف کر کے مجھے پلا دیا۔ یعنی عام شوربہ جو بنایا ہوا تھا، اُس کو چھان کے پلایا۔ کہتے ہیں اگلی صبح جب حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے میری نبض دیکھی تو فرمایا کہ رات کو کیا کھانا کھایا تھا۔ (اب ڈاکٹر بڑے بڑے ٹیسٹ لیتے ہیں تب بھی پتہ نہیں لگتا۔ لیکن حضرت خلیفہ اولؓ نے نبض دیکھی اور فرمایا رات کو کیا کھانا کھایا تھا؟) نبض بہت تیز چل رہی ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں۔ آپ درس کو چھوڑ کر جلدی سے گھر گئے اور گھر جا کے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ رات عطاء اللہ نے کیا کھایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کھانا کھانے کے بعد اس نے ضد کر کے تھوڑا سا شوربہ پی لیا تھا۔ تو اُن پر ناراض ہوئے اور میرے پر بھی کہ تم نے اس قدر دروغگوئی کی ہے۔ غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بہرحال کہتے ہیں حضرت مولوی صاحب نے میرے اس جھوٹ کو اور بدپرہیزی کا جو قصہ ہے یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرض کیا کہ اس کو اپنی صحت کا کچھ خیال نہیں ہے۔ مرض تپ دق میں مبتلا ہے (یعنی ٹی بی میں مبتلا ہے)۔ میں بباعث بیماری کے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ (تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس بات پر بڑے ناراض ہوئے۔ کہتے ہیں) ...... آخر میری رخصت دو ماہ ختم ہو گئی۔ حضرت مولوی صاحب کو میری صحت کا بہت فکر تھا۔ ادویہ وغیرہ بنا کر ہمراہ دے دِیں تا مَیں استعمال کروں۔ اور فرمایا مَیں دعا بھی کروں گا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور! آج میں راولپنڈی واپس جاتا ہوں کیونکہ رخصت ختم ہو گئی ہے۔ دعا کریں۔ صحت خراب ہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ آپ نمازوں میں نہایت عاجزی، انکساری اور دل سوزی سے دعائیں کیا کریں اور خط وغیرہ قادیان تحریر کرتے رہا کریں اور جلدی جلدی آیا کریں۔ پھر فرمایا کہ بدپرہیزی کو چھوڑ دیں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ بات یاد تھی کہ کھانے میں بدپرہیزی کی تھی اس لئے فرمایا کہ بدپرہیزی کو چھوڑ دیں۔) اللہ تعالیٰ کے حضور پختہ وعدہ کریں۔ خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے انشاء اللہ ضرور صحت بخشے گا۔ کہتے ہیں جب میں راولپنڈی واپس گیا تو رات ڈیڑھ بجے کے قریب ایک رؤیا غیر زبان میں اس عاجز کو ہوئی جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ حیران ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور گر گیا اور التجا کی کہ اے خدا! تیری ذات ہر زبان پر قدرت رکھتی ہے۔ مجھے اس خواب کا مفہوم سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت فرماتے ہوئے رات کے اڑھائی بجے کے قریب میری زبان پر جاری کر دیا کہ ہیلدی ہیلدی ہیلدی (Healthy- healthy- healthy)۔ اس کئی بار کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا کہ صحت ہو گئی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اب تک مجھے بیس برس ہو گئے ہیں (جب یہ بیان کیا تھا۔) کبھی سر درد سے بھی بیمار نہیں ہوا۔ اور دیگر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہر امر میں کچھ ایسے سامان مہیا کئے گئے کہ اولاد پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ (پہلے اولاد نہیں تھی۔) پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں عطا کی گئیں۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 1 صفحہ 164 تا 167۔ روایات حضرت شیخ عطاء اللہ صاحبؓ)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت ملک برکت اللہ صاحبؓ پسر حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ۔ بیان فرماتے ہیں کہ اگرچہ میرے والد صاحب ملک نیاز محمد صاحبؓ 1897ء اور 98ء سے احمدی تھے اور میں بھی اُن کی اقتداء میں بچپن سے احمدی تھا تاہم 1904ء میں جبکہ میری عمر چودہ یا پندرہ سال کے لگ بھگ تھی، میں نے حضور کی خود بیعت کی۔ جب کوئی شخص بیعت کرتا تھا، ہم بھی بار بار بیعت کر لیتے تھے تاکہ ہم حضور کی اس دعا میں جو حضور علیہ السلام بعد بیعت فرمایا کرتے تھے، شامل ہو جائیں۔ بعض وقت بہت آدمی بیعت کرنے والے ہوتے تھے تو لوگ اپنی اپنی پگڑیاں اُتار کر حضور کے ہاتھ تک پہنچا دیا کرتے تھے اور ان پگڑیوں کو سب لوگ پکڑ لیتے تھے اور اس طرح بیعت ہو جاتی تھی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 3 صفحہ 227 تا 228۔ روایات حضرت ملک برکت اللہ صاحبؓ)

حضرت ڈاکٹر عمر دین صاحبؓ کی روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں 28؍ جولائی 1879ء کو پیدا ہوا اور بیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 30؍ جون 1905ء کو کی اور وصیت 23؍ جولائی 1928ء کو کی۔ پھر اپنا وصیت نمبر بھی لکھا ہے 2898۔ کہتے ہیں جماعت احمدیہ نیروبی کا پریذیڈنٹ اکتوبر 1924ء سے دو سال تک رہا۔ پھر انتظامیہ کمیٹی کا ممبر رہا۔ جماعت احمدیہ نیروبی کا پندرہ سال سے محاسب ہوں۔ (جب یہ بیان فرما رہے ہیں تو اُس وقت فرماتے ہیں کہ پندرہ سال سے محاسب ہوں) اور تین سال سے سیکرٹری وصایا و ضیافت ہوں۔ میں اس ملک میں 1900ء کی فروری میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صوفی نبی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ کے زمانے میں آیا۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے اخلاق فاضلہ، شفقت اور ہمدردی کو دیکھ کر کثرت سے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوتے دیکھے۔ یہی پہلا موقع تھا جب اس ہادیٔ زمانہ کے پیغام کی آواز میرے کانوں نے سنی۔ (اب یہ دیکھیں کہ ایک شخص کے صرف اخلاق فاضلہ جو ہیں اور شفقت جو ہے اور انسانی ہمدردی جو ہے اُس کو دیکھ کر بہت سارے لوگوں کو توجہ پیدا ہوئی کہ کونسا مذہب ہے، کون شخص ہے اور پھر احمدی ہوئے۔) بہرحال کہتے ہیں کہ میں نے اپنی قسمت کے مقدمے کو بارگاہ ایزدی میں پیش کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری قسمت میں کیا ہے) اور نہایت تضرع، ہمت اور استقلال سے ہر روز تہجد میں دعا مانگنی شروع کر دی کہ اے میرے پیارے رب اور غیب کے جاننے والے خدا! میری فریاد سن اور میری رہبری کر اور مجھے اُس راستے پر چلا جو تیرے علم میں صحیح ہو تا کہ میں کہیں راہ ہدایت سے دور نہ پھینکا جاؤں۔ کیونکہ میں خود تو عاجز، کمزور، گناہگار اور کم علم ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ پس کہتے ہیں کہ میرے مولیٰ نے میری فریاد سن لی اور سچی خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر مجھے نہایت صفائی سے دو خوابیں دکھلائی گئیں جن کی بنا پر مَیں نے کریگو (غالباً کریچو ہو گا) سٹیشن سے جو کسومو ضلع میں واقع ہے اور جرمن ایسٹ افریقہ کی سرحد پر ہے اور جہاں کے ہسپتال کا میں انچارج تھا۔ مؤرخہ 30؍ جون 1905ء بذریعہ خط خدا کے پیارے محبوب کی بیعت کی۔ کہتے ہیں بیعت کرنے کے بعد پھر کیا تھا۔ عبادت میں وہ لطف آنا شروع ہوا جو میرے وہم و گمان میں نہ تھا۔ کیونکہ فرشتوں کے نزول پاک کا زمانہ تھا اور ہر ڈاک میں پیارے مسیح موعود علیہ السلام پر تازہ وحی ہوتی اور پوری ہوتی سنی جاتی تھی اور دل ہر وقت حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے تڑپتا رہتا تھا اور حد سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کی بیقراری بڑھنی شروع ہو گئی۔ (کیونکہ خط کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ دستی بیعت نہیں ابھی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں بہرحال) خدا خدا کر کے میری رخصت کا وقت قریب پہنچا۔ خدا نے میرے پیارے مسیح کے نذرانہ کی تحریک میرے دل میں ڈالی (کہ نذرانہ پیش کرنا ہے) تو اس کے لئے کہتے ہیں مَیں نے سوچا کہ چار شُتر مرغ کے انڈے لے جانے چاہئیں اور یہ فیصلہ کیا۔ مجھے اُن کے حاصل کرنے اور پَرمٹ لینے کے لئے جرمن پورٹ سے کوشش کرنی پڑی۔ کیونکہ ایسٹ افریقہ سے اجازت نہ دی جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اکتوبر 1907ء کو میں اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ گجرات پہنچنے پر میں نے اپنے والد صاحب مرحوم اور بھائی صاحب مرحوم کو سلسلہ احمدیہ کا مخالف پایا جن کے لئے ہر نماز میں پھر مَیں نے رو رو کر دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔ کہتے ہیں خدا تعالیٰ نے میری مدد کی اور میرے والد صاحب بمع چند اور دوستوں کے جلسہ سالانہ پر جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ (بڑی منت وغیرہ کی۔ دعائیں کیں تو خیر والد اور بھائی جلسہ پر قادیان جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ پھر کہتے ہیں) 1907ء کے جلسہ سالانہ پر اپنی گجرات کی جماعت کے ساتھ ہم قادیان شریف کی پیاری بستی میں جا پہنچے۔ میں نے پہنچتے ہی عجیب نظارہ دیکھا کہ سب جماعتیں اور بڑی بڑی بزرگ ہستی کے احباب حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے سخت بیقرار اور ترس رہے ہیں اور ملاقاتوں کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ میری حیرت اور فکر کی انتہا نہ رہی کیونکہ میں ایک مسافر کی حیثیت میں ایک دور دراز ملک سے تھوڑے عرصے کے لئے گیا تھا اور ملاقات کے لئے دو سال سے تڑپ رہا تھا اور یہ میری دلی آرزو تھی کہ حضرت اقدس کی ملاقات کا موقع تنہائی میں میسر آئے جو بات بنتی نظر نہ آتی تھی۔ (کیونکہ رَش بہت تھا، لگتا نہیں تھا کہ تنہائی میں ملاقات ہو سکے گی) کہتے ہیں ہماری جماعت احمدیہ گجرات لنگر خانے میں کھانا کھانے میں مصروف تھی اور میں ملاقات کی فکر میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے مسجد مبارک کے نیچے کی گلی سے گزر رہا تھا کہ ایک بھائی کو اُس رستہ سے گزرتے ہوئے دیکھ کر مَیں نے پوچھا (کوئی شخص وہاں کھڑا تھا) کہ مَیں دور دراز ملک سے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ سے تنہائی میں ملاقات ہو جاوے۔ آپ مجھے کوئی طریقہ بتا دیویں۔ انہوں نے فرمایا اس دروازے میں ایک مائی بوڑھی حضرت اقدسؑ کی خادمہ اکثر آتی جاتی ہے۔ اُس سے کہیں۔ (ایک بوڑھی سی مائی ہے اُس سے کہو) ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ خادمہ نظر آ گئی۔ میں نے بھاگ کر کہا کہ مائی جی میں بہت دور دراز ملک سے آیا ہوں اور حضرت اقدس کی تنہائی میں ملاقات کا اشتیاق ہے۔ مہربانی ہو گی اگر حضور کی خدمت میں مسافر کا پیغام پہنچا دیویں۔ مائی صاحبہ نے نہایت شفقت اور خوشی سے کہا کہ ذرا ٹھہرو۔ مَیں آتی ہوں۔ وہ جاتے ہی واپس آ گئی اور خوشخبری سنائی کہ میری مراد پوری ہو گئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہے اوپر آ جائیں۔ میں جھٹ بھاگ کر اپنے والد صاحب مرحوم کو بمع دوسرے چند غیر احمدی دوستوں کے جو میرے ہمراہ تھے، بلا کر لے آیا اور جونہی ہم اوپر گئے۔ ایک صحن میں کھڑے ہی ہوئے تھے کہ کھڑکی کا دروازہ کھلا اور حضرت اقدس نے باہر آتے ہی السلام علیکم کہا۔ افسوس ہم کو پہلے السلام علیکم کہنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہل کی۔) کہتے ہیں میرے والد شریف مرحوم باوجود مخالف ہونے کے حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ حضور نے ازراہِ کرم اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر کو اُٹھا کر کہا کہ سجدہ کی لائق ذات باری ہے۔ بندوں کے آگے نہیں جھکا کرتے، صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر اس عاجز نے شتر مرغ کے چار انڈے بطور نذرانہ پیش کئے۔ حضور نے ازراہِ کرم منظور فرمائے اور نہایت شفقت اور محبت سے میرے افریقہ رہنے اور سفر وغیرہ کے حالات دریافت کئے اور میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر فرمایا کہ اس دنیا میں دل نہیں لگانا چاہئے۔ اور پھر فرمایا کہ اپنے آپ کو اُس مسافر کی حیثیت میں سمجھنا

چاہئے جیسے کوئی مسافر خانے میں ٹکٹ لے کر گاڑی کا انتظار کر رہا ہو۔ اور مجھے کثرت سے استغفار پڑھنے کے لئے حضور نے تاکید فرمائی اور فرمایا کہ باقاعدگی سے خطوں میں دعا کے لئے لکھتے رہا کرو۔ پھر حضور نے میرے والد شریف کی بمع دو تین اور غیر احمدیوں کے جو میں ہمراہ لے گیا تھا، بیعت لی۔ (یا تو مخالف تھے یا ایک ملاقات میں ہی سب بیعت پر راضی ہو گئے) اور اس قدر رو کر دل سے ہمارے لئے دعا فرمائی۔ (بیعت کے بعد جو دعا ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قدر رو کے دعا کی) کہ حضور کی آنکھیں پُر آب ہو گئیں اور ہمارے لئے آنسوؤں کو روکنا مشکل ہو گیا۔ دل اس قدر نرم اور گداز ہو گیا کہ آج دن تک (یعنی آج کے دن تک) بھی حضور کے دستِ مبارک میں ہاتھ دینا، حضور کا نورانی چہرہ دیکھنا، حضور کی شفقت بھری شرمیلی آنکھوں کا پُر آب ہونا اور مجھ عاجز، کمزور گناہگار کے لئے ہدایت، استغفار کرنا اور بار بار دعا کے لئے لکھنے کی ہدایت کرنا جب یاد آتا ہے تو طبیعت پر بجلی سا اثر ہو کر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے۔ وہ کیسا مبارک زمانہ تھا۔ مخالفت کے زبردست پہاڑ، سمندر، طوفان خدا کے پیارے نبی کی دعاؤں سے اُڑنے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (مَیں نے یہ جو مخالفت کے پہاڑ تھے، خدا کے پیارے نبی کی دعاؤں سے ان کے اُڑنے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا) اور اشد ترین دشمن کو مقابلے پر آنے سے لرزاں دیکھا۔ غیروں کے علماء وفضلا تو درکنار سلسلہ حقہ احمدیہ کے عالموں کا علم بھی اس چودھویں کے چاند تلے اندھیرے کا کام دے رہا تھا اور کسی کو کسی مسئلے پر حضور کی موجودگی میں دَم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ الغرض بیعت کی۔ دعا کے بعد حضور نے مصافحہ سے سرفراز فرمایا اور اجازت دے دی۔ جب جماعت احمدیہ گجرات کے احباب نے مع نواب خان صاحب تحصیلدار میری اس ملاقات کا ذکر سنا تو رَشک سے کہنے لگے کہ ہم کو کیوں نہ ساتھ لے گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 1 صفحہ 178 تا 182۔ روایات حضرت ڈاکٹر عمر دین صاحبؓ)

پھر ایک روایت حضرت ماسٹر عبدالرؤوف صاحبؓ ولد غلام محمد صاحب کی ہے۔ ان کا سن بیعت 1898ء ہے اور اسی سال انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی کی۔ کہتے ہیں کہ شروع زمانے میں جبکہ میری عمر بچپن کی تھی اور اُس وقت بھیرہ ہائی سکول میں تعلیم پاتا تھا۔ اُس وقت یہ چرچا ہمارے بھیرہ میں ہوا کہ قادیان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہتے ہیں ہوتے ہوتے ہمارے محلے میں بھی اسی طرح خبر پہنچی کہ ایک شخص جس کا نام مرزا غلام احمد ہے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہتے ہیں میں تو بچہ تھا اتنا علم نہ تھا۔ مگر میرا بھائی جس کا نام غلام الٰہی ہے اُس نے کتابیں پڑھ کر مرزا صاحب کی بیعت کر لی اور اُس کا نام 313 صحابہ میں درج ہے۔ (ان کا نام انجام آتھم میں جو فہرست ہے اُس میں 249 نمبر پر مستری غلام الٰہی صاحب بھیرہ کے نام سے درج ہے۔) بہرحال کہتے ہیں میرے بھائی نے اپنے گھر کے تمام آدمیوں کے نام بیعت میں لکھوا دیئے۔ اُس وقت میں بھی مرزا صاحب کی کتابیں اور اشتہار جو محلے میں آتے، پڑھا کرتا تھا اور اپنی مسجد میں بھی رات کے وقت پڑھ کر سناتا۔ گنگا بشن اور عبداللہ آتھم تو اب تک یاد ہے۔ (جو بھی اشتہار ان کے بارے میں تھے۔) بہرحال مجھے بھی مرزا صاحب کو ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ یعنی مجھے شوق پیدا ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملوں اور مَیں مغرب کی نماز کے بعد وہیں بھیرہ میں ہی ایک پُل پر بیٹھ کر دعائیں کیا کرتا تھا کہ اے الٰہی! اگر مرزا سچا ہے تو مجھے بھی قادیان پہنچا اگر جھوٹا ہے تو اسی جگہ بٹھا۔ (یعنی بھیرہ میں ہی رہوں، پھر مجھے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔) لکھتے ہیں کہ دسویں جماعت کا امتحان میں نے راولپنڈی میں دیا (جس زمانے میں چاند گرہن اور سورج گرہن 1311ھ میں ہوا تھا۔ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اُس وقت میں مڈل کی جماعت میں پڑھتا تھا۔) جب میں امتحان سے سن 98ء میں (1898ء میں) فارغ ہو چکا تو میرا بھائی غلام الٰہی مجھ کو قادیان میں اپنے ہمراہ لایا۔ اُس وقت میں نے مرزا صاحب کی دستی بیعت کی۔ اُس وقت چھوٹی سی مسجد تھی۔ کچھ دن رہ کر پھر میں اپنے بھائی کے ساتھ بھیرے میں واپس چلا آیا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب میرے بھائی کے واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے میرے بھائی کو لکھا کہ اپنے بھائی عبدالرؤوف کو قادیان بھیج دو۔ آخر خدا کے فضل سے 1899ء میں پھر دوبارہ قادیان پہنچا اور مولوی صاحب اور حضرت صاحب کی ملاقات کی۔ مولوی صاحب کو میری تعلیم کا علم تھا۔ اور میں غریب آدمی تھا۔ (یعنی یہ پتہ تھا کہ جو اس زمانے کی تعلیم تھی اُس کے مطابق مَیں پڑھا لکھا ہوں۔ لیکن غریب آدمی بھی ہوں اس لئے مولوی صاحب نے مدرسے میں مجھے ملازمت کی جگہ دے دی جو سن 1899ء میں آٹھ روپے ماہوار پر دوم مدرس پرائمری کے عہدے پر مقرر رہا۔ اُس وقت چھ سات جماعتیں تھیں۔ مڈل کی کلاس نہیں ہوتی تھی۔ آخر مَیں نے مدرّسی کا کام سن 1902ء تک کیا۔ اُس زمانے میں مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تھے۔ پرائمری طلباء کو تعلیم بھی دیتا اور پانچوں نمازیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ادا کرتا جبکہ اُس وقت مولوی عبدالکریم صاحب امامت کراتے تھے۔ پانچوں نمازوں میں حضرت صاحب کی مجلس میں بیٹھتا۔ جب گھر سے تشریف لاتے تو حضرت صاحب نماز پڑھنے سے پہلے اپنے الہامات، کشف، رؤیا اور خوابیں سناتے۔ میں بھی اُن سے حظ اُٹھاتا۔ نماز کے وقت موقع پا کر پاؤں دباتا، مٹھی چاپی کرتا۔ کچھ عرصہ تو حضرت صاحب مغرب کے وقت کھانا مسجد میں کھاتے اور میں بھی مہمانوں کے ساتھ مسجد میں کھانا کھاتا۔ حضرت صاحب کا جوٹھا وغیرہ بھی کبھی کبھی بطور تبرک کے چکھ لیتا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک کی شاہ نشین پر بیٹھتے۔ رنگا رنگ کے کلماتِ الٰہیہ، کشف اور خوابیں سناتے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ مسٹر ڈوئی، چراغ دین جمونی اور مولوی کرم دین ساکن بھیں کے متعلق الہامات اور خوابیں بھی ہوتیں۔ یہ بیان فرماتے۔ یہ تمام باتیں کتابوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ دوبارہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ماسٹر عبدالرؤوف صاحب کے بارے میں مزید وہاں حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ صدر انجمن احمدیہ کے پینشنر تھے، سابق ہیڈ کلرک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔ 1899ء میں یہ سکول میں آئے، 1902ء تک یہ ٹیچر رہے۔ اُس کے بعد دفتر ریویو آف ریلیجنز میں کام کیا۔ پھر چھ (1906ء) سے ستائیس سن (1927ء) تک ہائی سکول کے ہیڈ کلرک رہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کو میں اُس وقت سے مانتا تھا جس زمانے میں چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا تھا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 7 صفحہ 89-88۔ روایات حضرت ماسٹر عبدالرؤوف صاحبؓ)

پھر ایک روایت حضرت مولوی محمد عبدالعزیز صاحبؓ ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب کی ہے۔ ان کا بیعت کا سن 1904ء ہے۔ کہتے ہیں قبل اس کے کہ میں اپنی بیعت اور چشم دید حالات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کروں، ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے والد صاحب مرحوم جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب مغفور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان کروں۔ (ان کے واقعات بھی بڑے دلچسپ ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا امتحان لینے کی کوشش کی تھی اور پھر جب ہر طرح سے تسلی ہو گئی تو پھر انہوں نے بیعت کی تھی۔ بہرحال کہتے ہیں) کیونکہ آپ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور آپ کے بہت سے چشم دید واقعات تھے جو قلمبند نہیں ہو سکے اور آپ رخصت فرما گئے (یعنی وفات پا گئے) لہٰذا ضروری ہوا کہ حسب مقولہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہ۔ (اور فارسی میں کہتے ہیں کہ) وَچیزے کہ پدر تمام نہ کُند پسرش تمام کُند۔ (یعنی کہ جو کام باپ نہیں کر سکا وہ بیٹا مکمل کرے)۔ وہ حالات بیان کر دوں۔

تو کہتے ہیں بہرحال جناب والدم بزرگوار مولوی محمد عبداللہ صاحب ساکن موضع بھینی ڈاکخانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ اہل حدیث خیال کے تھے اور قوم کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے اُن کو انجمن اہل حدیث کا ڈپٹی کمشنر تجویز کیا ہوا تھا۔ اُس علاقے میں یہ بہت بڑے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور ان کی نمائندگی کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ کی شہرت کی وجہ سے موضع تَھے غلام نبی ضلع گورداسپور والوں نے جو اہلحدیث تھے، آپ کو اپنے پاس بلایا اور انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے قریب ایک قصبہ قادیان ہے جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رہتے ہیں اور الہام کے مدعی ہیں اور انہوں نے ایک لڑکے کے متعلق پیشگوئی کی ہوئی ہے جو پوری نہیں ہوئی۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور ازاں بعد ایک لڑکا پیدا ہوا (یہ پیشگوئی مصلح موعود کا ذکر کر رہے ہیں۔ غیر احمدی مولویوں نے ان کو کہا کہ پہلے تو لڑکی پیدا ہوئی اور پھر لڑکا پیدا ہوا جو کچھ دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ چلو ایسے شخص سے چل کر مناظرہ کیا جائے۔ (ان کے نزدیک یہ الہام وغیرہ یا وحی وغیرہ نہیں ہو سکتی تھی جس کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی۔ تو ان کو بلایا گیا کہ چلیں مناظرہ کریں۔) چنانچہ آپ ان دنوں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ نہ تھا صرف الہام کا سلسلہ جاری تھا اور حضور کتاب براہین احمدیہ لکھ رہے تھے قادیان میں تشریف لائے۔ (ان کے والد جن کا یہ ذکر کر رہے ہیں) اور حضور سے پیشگوئی مذکورہ بالا کے متعلق بھی گفتگو ہوئی (یعنی پیشگوئی مصلح موعود کے بارے میں گفتگو ہوئی۔) اور سوال کیا کہ اگر آپ کے الہامات صحیح ہوتے تو لڑکے والی پیشگوئی کیوں پوری نہ ہوتی۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی پھر لڑکا پیدا ہوا اور وہ بھی مر گیا۔ کیا یہ پیشگوئیاں اسی قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ تو کہتے ہیں میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ اس پر

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے متعلق کوئی پیشگوئی فرمائی تھی؟ تو مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حج کے بارے میں پیشگوئی ہے، تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر فرمایا کیا پھر وہ اسی سال ہی پوری ہوگئی تھی اور آپ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے واپس تشریف لے آئے تھے؟ تو اس پر ان کے والد مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اُس سال حج نہ ہوا تھا تو اُس سے اگلے سال تو ہو ہی گیا تھا۔ حضرت صاحب نے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کہا کہ مَیں نے کب کہا تھا کہ اسی سال لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوگی اور ضرور پوری ہوگی، خواہ کسی سال ہی پوری ہو کیونکہ اس کا ایک عرصہ ہے۔ (معین ایک سال تو نہیں تھا، اس کا عرصہ بتایا گیا تھا۔) اس پر سلسلہ کلام ختم ہوا اور مولوی صاحب نے کوئی نیا سوال نہ کیا۔ مگر اس اعتراض پر اُن کا اصرار رہا کہ آپ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ (لیکن بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے بعد اپنے اشتہار جو 22/مارچ 1886ء میں دیا تھا اُس میں حد بندی بھی کر دی تھی کہ وہ موعود نو برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی ایک اشتہارات میں اُس کا ذکر بھی فرمایا تھا۔ بہرحال یہ خود ہی آگے کہتے ہیں کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی یا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے۔ پھر آگے ذکر کرتے ہیں کہ) چونکہ مولوی صاحب موصوف (یعنی ان کے والد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بحث کرنے آئے تھے) علوم عربی و فارسی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور علوم صرف ونحو، منطق، بدیعی، بیان وغیرہ میں لاثانی انسان تھے، اپنے علم کے خیال میں اس نکتۂ معرفت اور جواب باصواب سے انہوں نے کوئی استفادہ نہ کیا، (یعنی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بحث ہوئی تھی، اُس سے وہ کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے) اور یہ سچ ہے کہ کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔ کہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اُس وقت آپ انکار پر مصر رہے۔ (وہیں انکار پر اصرار کرتے رہے۔) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نہیں مانی۔ حضور نے آپ کے علم کا موازنہ فرما کر اپنی کامل مہربانی سے آپ کو یہ بھی فرمایا (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ آپ صاحب علم آدمی ہیں تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) کہ مولوی صاحب! مَیں نے ایک کتاب بنام براہین احمدیہ مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں لکھی ہے اور اس میں دس ہزار روپے کا چیلنج بھی دیا ہے جو آجکل طبع ہونے والا ہے۔ اگر آپ یہاں ٹھہر جائیں اور طباعت کے لئے اس کے پروف دیکھ لیا کریں تو بہت اچھا ہو، اس کا حق الخدمت بھی آپ کو دیا جائے گا۔ (جو بھی اجرت بنتی ہے) یہ مولوی عبدالعزیز صاحب اپنے والد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ افسوس کہ آپ نے اُسے تسلیم نہ کیا اور خالی واپس چلے گئے اور اسی انکار پر قریباً پندرہ سولہ برس گزر گئے۔ مگر (تسلیم نہ کیا۔ لیکن ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ) آپ کی فطرت میں بہرحال ایک نیکی تھی۔ کہتے ہیں کہ سعادت بھی تھی فطرت میں اور نیکی بھی تھی۔ جب کوئی شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گالی دیتا یا توہین سے یاد کرتا تھا تو آپ اُسے روکتے اور فرماتے کہ خدا تعالیٰ نے تو کفار کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے۔ پس یہی یا بعض اور خوبیاں تھیں جو آپ کے وجود میں تھیں اور آپ کی ہدایت کا موجب ہوئیں۔

پھر بیان کرتے ہیں غرض اسی خاموشی میں جب وقت گزر گیا۔ 1902ء کا زمانہ آ گیا۔ (پندرہ سولہ سال کا عرصہ گزر گیا اور 1902ء آ گیا۔) اس اثناء میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب جنگ مقدس اور آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کر چکے تھے جس کی وجہ سے کئی سوالات کا تو تصفیہ ہو گیا (جو آپ کے یعنی مولوی صاحب کے ذہن میں سوال اُٹھتے تھے۔ یہ دو کتابیں پڑھنے کے بعد بہت سارے سوالوں کا جواب آ گیا) لیکن کئی نئے اعتراض بھی پیدا ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے اکیس سوالات نوٹ کر لئے۔ (جو اعتراضات پیدا ہوئے وہ اکیس سوالات کی صورت میں نوٹ کئے) اور 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناظرے کے لئے قادیان کو روانہ ہو گئے کہ وہاں جا کر میں مناظرہ کروں گا اور براہِ راست مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ (کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ وہاں کے رہنے والوں میں سے کسی سے کچھ نہیں پوچھا، سیدھے گئے اور مسجد مبارک میں تشریف لے گئے۔ اُس کی بھی ایک وجہ تھی جو آگے بیان ہوگی) اور کسی نماز کے وقت پہنچے (اور نماز باجماعت ادا کی۔) اس لئے کسی کو نہیں بتایا کیونکہ مشہور یہ تھا کہ مرزا صاحب نے چند ایجنٹ رکھے ہوئے ہیں جو آنے والے مہمان سے سب کچھ پوچھ لیتے ہیں، جس طرح پیروں کی عادت ہوتی ہے اور اندر خبر پہنچا دیتے ہیں اور مرزا صاحب جس کمرے میں رہتے ہیں اُس کے کئی دروازے ہیں۔ عجیب عجیب کہانیاں بنائی تھیں۔ اور ہر ایک غرض کے لئے علیحدہ علیحدہ دروازہ تجویز کیا ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے پاس جب مہمان اندر جاتا ہے تو چونکہ مرزا صاحب کو پہلے ہی اطلاع پہنچی ہوئی ہوتی ہے، آپ جاتے ہی پوچھتے ہیں کہ آپ کا یہ نام ہے اور آپ فلاں جگہ سے فلاں کام کے لئے آئے ہیں، وغیرہ وغیرہ اور ایسی باتوں سے مہمان کو یقین ہو جاتا ہے۔ (یہ کہانیاں مشہور تھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اس لئے انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔) تو لکھتے ہیں ایسی باتوں سے اس مہمان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ یقیناً ولی اللہ ہے جو خود بخود ہی سب کچھ بیان کر رہا ہے۔ غرض اُس وقت یہ خیال مولوی صاحب کے دل میں بھی تھا۔ (یہ جو مولوی صاحب گئے تھے ان کے دل میں بھی یہی خیال تھا) اور یہ خیال تھا کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھے گا تو کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اسی واسطے آپ سیدھے مسجد میں آئے اور کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔ (بعد میں خود ہی کہتے ہیں کہ یہ امر غلط ثابت ہوا اور مخالفین کا بہتان۔ خیر بہرحال) چونکہ اُس وقت نماز کا وقت تھا یا نماز ہو رہی تھی، آپ نے نماز باجماعت گزاری۔ بعد از نماز حضرت اقدس شاہ نشین پر رونق افروز ہوئے اور دوسرے احباب ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ بعد از ملاقات السلام علیکم عرض کرنے کے مولوی صاحب نے چپکے سے حضرت صاحب کے پاؤں پکڑ کر دبانے شروع کئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ (ان کی نیت دبانے کی نہیں تھی، کچھ اور تھی، آگے بیان ہوگی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان لینا اچھا نہیں ہوتا۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ڈال دیا کہ یہ دبانا اخلاص کا نہیں ہے بلکہ کوئی اور وجہ ہے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ) یہ ایک نشان تھا جو حضور کی پہلی ملاقات میں ہی آپ نے (یعنی مولوی صاحب نے) ملاحظہ فرما لیا۔ اور آپ کو ایمانی روح حاصل کرنے کے لئے ممد ہوا۔ (بیٹا اپنے باپ کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ خیر) الحمد للہ علیٰ ذالک۔ پھر لکھتے ہیں کہ بات یہ تھی جناب مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک حدیث یا روایت میں دیکھا تھا کہ حضرت امام مہدی کی صداقت کا ایک نشان یہ ہوگا کہ آپ کے پاؤں میں (پنجابی میں لکھا ہوا ہے) لپّا یا گڑھا نہیں ہوگا بلکہ سیدھے ہوں گے flat footed جو ہوتے ہیں اُس طرح، زیادہ تلوے میں گڑھا نہیں ہوگا۔ تو آپ نے اسی خیال سے حضور کے پاؤں کو پکڑا۔ (دبانے کی نیت سے نہیں پکڑا تھا یہ دیکھنے کے لئے کہ گڑھا ہے کہ نہیں) اور اُس کے پکڑنے سے دو نشان ملاحظہ فرمائے۔ ایک تو یہ کہ حضور کے پاؤں میں حسب ارشادِ نبوی فی الواقع وہ گڑھا نہیں تھا۔ دوم خود ہی حضور نے فرما دیا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کسی نے نہیں بتایا تھا۔ جبکہ بیسیوں آدمی حضور کے پاؤں وغیرہ دبایا کرتے تھے مگر یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی نہیں فرمایا تھا جو اُس وقت آپ نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ یہ کیسے خیال پیدا ہو گیا کہ اُس وقت دبانے والا امتحاناً دبا رہا ہے۔ اور اس وقت یقیناً تھا بھی امتحانی دبانا۔ پس یہ ایک بین نشان تھا جو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایمانی تازگی حاصل کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّد۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے چند سوالات ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ حضور نے اجازت فرمائی۔ مولوی صاحب نے پہلا سوال پیش کیا جو مولوی صاحب اور حضرت اقدس کے کلام کا جو سلسلہ ہے اُسی طرح لکھا جاتا ہے۔

مولوی صاحب پوچھتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ایک حاضنہ (دائی) تھیں، (کھلانے والی تھیں) حضرت ایمن جن کا نام تھا جن کو حضور روزانہ یا اکثر دفعہ آپ کے پاس پہنچ کر اپنی تازہ وحی سے مشرف فرمایا کرتے تھے جس سے آپ مسرور رہتی تھیں۔ (وحی سن کے خوش ہوا کرتی تھیں) حتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جانشین مقرر ہوئے۔ آپ بھی ایک دن والدہ صاحبہ سے یعنی اُمّ اَیمن سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو والدہ صاحبہ رونے لگ گئیں۔ آپ نے فرمایا کیا آپ اس لئے روتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ یہ سنت اللہ تھی جو پوری ہوئی۔ امّاں جان نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ اِنْقَطَعَتِ الْوَحْیُ۔ کہ آج وحی منقطع ہو

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت برائے اسائلم
• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

گئی۔ پس جب اماں جان صاحبہ انقطاع وحی کی قائل ہیں تو آپ کیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے قائل ہو سکتے ہیں؟ یہ اُن کا سوال تھا۔ بڑی لمبی تمہید کے بعد یہ سوال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو انقطاعِ وحی ہو چکا ہے تو اب کس طرح وحی ہو سکتی ہے؟ آپ کہتے ہیں مجھے وحی ہوتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کے ماتحت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امت خیر امت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا: ہاں مَیں مانتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ (المائدہ:112)، وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّ مُوْسٰىٓ (القصص:8)، وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (النحل:69) کے ماتحت مسیح کے حواریوں اور موسیٰ کی والدہ اور شہد کی مکھیوں وغیرہ کو وحی الٰہی ہوئی اور ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں ضرور ہوتی تھی اور ہوتی ہے۔ (بڑا اچھا یہ ایک تبلیغی قسم کا مناظرہ چل رہا ہے۔)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پھر کیا یہ امت مسیح کے حواریوں اور موسیٰ کی امت کی عورتوں اور حیوانوں سے بھی گئی گزری ہو گئی کہ انہیں تو وحی ہوئی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جو خیرِ امت ہے، وحی نہ ہو۔

مولوی صاحب نے کہا۔ ان وحیوں کا تو قرآنِ کریم میں ذکر آیا ہے۔ کیا یہ بھی کہیں ذکر آتا ہے کہ اس امت محمدیہ میں بھی وحی ہو گی؟ اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جبکہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پہلی امتوں میں وحی ہوتی رہی ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں دعا سکھلائی ہے جس کے بغیر آپ کا یقین ہے کہ نماز ہی نہیں ہوتی اور ہر رکعت میں اس کا پڑھنا فرض ہے۔ فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحۃ:6)۔ یعنی خدایا تو ہمیں اُن لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا اور وہ ایمان ہمیں بھی عطا فرما۔ پس جب اُن لوگوں میں وحی کا انعام موجود ہے، تو دعا کے نتیجے میں اس امت میں کیوں وحی نہ ہو گی۔ دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ آپ نے آیت کا حوالہ دیا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم سجدہ:31)۔ یعنی جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم ہو گئے، استقامت اختیار کی، ثابت قدم ہوئے، اُن پر خدا کے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ مت خیال کرو اور مت غم کرو اور تمہیں اُس جنت کی بشارت ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس آیت سے نزولِ وحی بوساطت ملائکہ ضروری ہے جو اس امت کے مومنین اور اہلِ استقامت کے لئے ضروری ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تیسری بات، تیسری آیت کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس:65) کہ مومنین خیر اُمّت کے لئے اس حیاتی دنیا میں بھی بشارتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی ملیں گی۔ پس یہ بشارتیں وحی نہیں تو اور کیا ہے؟ پس اس ضمن میں حضور نے بہت سی اور بھی قرآنی آیات نزول وحی کے ثبوت کے طور پر پیش کیں۔

یہ مناظرہ جب ہو رہا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ حضور! یہ تو سچ ہے کہ ان آیات سے نزول وحی ثابت ہوتی ہے اور اس امت کے لئے ہے۔ جب قرآنِ کریم میں ثبوت وحی فی ھذہ الامۃ موجود تھا تو پھر حضرت امّاں جان نے یہ کیوں فرمایا کہ اِنْقَطَعَتِ الْوَحْيُ کہ آج وحی بند ہو گئی۔ کیا آپ کو ان آیات کا علم نہ تھا؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ تو بتلائیے کہ اس جگہ اَلْوَحْيُ پر اَل (الف لام) کیسا ہے۔ یہ اَلْ اُس وحی کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور حضور ہر روز اماں جان کو سنایا کرتے تھے۔ پس وہ قرآنی اور شرعی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کرتی تھی وہ یقیناً بند ہو گئی تھی اور ہو چکی ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ اس قسم کی وحی قیامت تک کے لئے بند ہے جبکہ آیات قرآنیہ میں نزول وحی بالتصریح موجود ہے۔ مولوی صاحب اس پر ساکت ہو گئے اور آگے کوئی نیا سوال نہ کیا۔

(اکیس سوالوں میں سے بس ایک ہی سوال کیا اور بس پھر اُن کی تسلی ہو گئی) حضرت اقدس نے اس کے بعد پھر ایک بڑی مبسوط تقریر فرمائی۔ (بڑی لمبی اور دلائل سے پُر تقریر فرمائی) جس سے اُن جملہ اعتراضات کا خود ہی حل فرما دیا جو کہ مولوی صاحب نوٹ کر کے لائے تھے۔ (اب مولوی صاحب نے باقی سوال نہیں پوچھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے بعد جو تقریر فرمائی اُس میں ان سارے سوالوں کے جواب آ گئے کہ وہ جو نوٹ کر کے لائے تھے اور آپ کے ایک کھیسے میں (یعنی جیب میں) موجود تھے۔ اس ملاقات سے پہلے (انہوں نے ان سوالوں کا) کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ مولوی صاحب اُس وقت متعجب ہوئے اور سوچا کہ اگر اس شخص پر وحی کا نزول نہیں ہوتا تو آپ کو ان باتوں اور سوالات سے کس نے علم دیا جو آپ کے پاس لکھے ہوئے تھے، (یعنی جیب میں پڑے ہوئے تھے)۔ جب یہ دیکھا کہ میرے تو سارے سوال جو میری جیب میں پڑے ہوئے ہیں، ان کا جواب بھی بغیر پوچھے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دے دیا تو تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر حضور کو عرض کی کہ حضور ہاتھ کریں۔ مَیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ پس آپ نے اُسی وقت خدا کے فضل سے بیعت کی اور اس کے بعد آپ کو کبھی بھی کوئی اعتراض حضور کی ذات پر پیدا نہیں ہوا اور آپ کے ایمان اور عرفان میں دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ ازاں بعد حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت میں بلا چون و چرا داخل ہو گئے۔ خلافت ثانیہ میں بھی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بھی بیعت کی) تب بھی کسی قسم کا شبہ پیدا نہیں ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پھر یہ بیٹے لکھتے ہیں کہ آپ جس وقت بیعت کر کے واپس تشریف لے گئے تو دوآبہ باری اور چناب کے اکثر لوگ جو آپ کے معتقدین میں سے تھے، (اُس علاقے میں جہاں آپ رہتے تھے۔ آپ کے معتقدین میں سے تھے) اور پہلے اُن کا خیال تھا کہ اگر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی تو ہم سب سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن ہوا کیا کہ جب آپ نے بیعت کر لی تو سب کے سب آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کے قتل کے منصوبے کرنے لگے۔ مگر آپ نے نہایت ثبات اور استقلال سے اُن کا مقابلہ کیا اور تبلیغ کا سلسلہ عاشقانہ رنگ میں جاری رکھا اور قریباً اٹھارہ سال تک آپ آنریری مبلغ رہے اور آپ کی معرفت خدا کے فضل سے قریباً تین سو آدمی یا اُس سے زیادہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 4 صفحہ 7 تا 17۔ روایات حضرت مولوی محمد عبدالعزیز صاحبؓ)

تو یہ تھیں روایات۔ پس یہ چند واقعات ہیں جو اُن لوگوں کے بیان کئے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی روحانیت میں بھی مزید ترقی کی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان بھی اُن میں مزید بڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے نئے زاویے بھی اُن کے سامنے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق تھا اس کی وجہ سے آپؐ کے عاشق صادق سے وفا، اخلاص اور محبت بھی تمام دنیاوی رشتوں سے بڑھ کر اُبھری۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ہمیں بھی زمانے کے امام کی بیعت میں آنے کے بعد اس بیعت کا حق ادا کرنے والا بنائے اور ہم اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والے ہوں اور اس طرف توجہ دینے والے ہوں۔

آنے سے پہلے ایک افسوسناک اطلاع بھی آئی تھی جس کی تفصیلات تو ابھی نہیں آئیں کہ کراچی میں شاید جمعہ کے بعد ہی ایک فیملی جا رہی تھی، وہ ناظم امور طلباء تھے۔ وہ خود موٹر سائیکل پر تھے اور ان کی باقی فیملی کے لوگ شاید گاڑی میں تھے تو ان پر فائرنگ ہوئی۔ یہ نوجوان تو شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور ان کے رشتے دار، والد اور دوسرے عزیز جو گاڑی میں سوار تھے وہ زخمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند کرے۔ تفصیلات باقی آئیں گی تو پھر صورتحال سامنے آئے گی۔ بہر حال یہ جو زخمی ہیں۔ پتہ یہی لگا ہے ان کی حالت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی خطرے سے باہر ہے لیکن بہر حال دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہر قسم کی پیچیدگی سے بچائے اور شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

اسی طرح گھٹیالیاں سے بھی ایک شہادت کی اطلاع آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کے درجات بلند کرے اور یہ جو زخمی ہیں جیسا کہ میں نے کہا ان کے لئے دعا کریں۔ ویسے بھی عمومی طور پر پاکستان میں آجکل جو حالات ہیں بہت دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر قسم کے شر سے بچائے۔

اس کے علاوہ ایک جنازہ بھی مَیں پڑھاؤں گا جو مکرمہ سیدہ امۃ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم سید عبدالغنی شاہ صاحب مرحوم ربوہ کا ہے۔ جن کی وفات 15/ اکتوبر کو ایک لمبی علالت کے بعد ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت قریشی عبدالرحمٰن صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔ بڑی نیک، پابند صوم و صلوٰۃ، توفیق سے بڑھ کر مالی قربانیوں میں حصہ لینے والی، بہت ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ سادہ مزاج، عاجزانہ زندگی گزارنے والی تھیں۔ جلسہ کے موقع پر پاکستان میں جب جلسے ہوتے تھے تو پچاس پچاس مہمان ان کے گھر میں آ کر رہتے تھے اور یہ ان سب کے لئے لنگر خانے کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ کھانا ضرور پکاتی تھیں۔ اسی طرح ہر وقت چائے کے لئے انتظام رہتا تھا۔ بعض عزیزوں کی جو بچیاں ہیں ان کی شادیوں پر جب پتہ لگتا تھا، کہ غربت کی وجہ سے اُن کے والدین کی طرف سے کوئی زیور نہیں ملا، تو اُن کو اپنا کوئی نہ کوئی زیور دے دیا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے اُن کے اپنے زیور بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔ بچوں کو ہمیشہ جماعت کی خدمت کی ترغیب دلاتی رہتی تھیں اور اسی کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچے جماعت میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ موصیہ تھیں اور 1953ء میں نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ ان کے بچوں میں دو بیٹے ان کے واقف زندگی ہیں۔ ایک وقفِ جدید میں وہاں معلم ہیں اور دوسرے عبداللہ ندیم صاحب پہلے سپین میں تھے آجکل چلّی میں ہیں۔ وہ جنازے میں شامل بھی نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو، ان سب کو صبر اور ہمت اور حوصلہ دے۔ اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ اسی طرح ان کے ایک پوتے ہیں وہ بھی مربی سلسلہ ہیں اور ربوہ کی نظارت اشاعت میں آجکل کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے داماد منیر جاوید صاحب ہیں وہ یہاں پرائیویٹ سیکرٹری ہیں، تو چار افراد ان کے گھر کے واقفِ زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اُن خواہشات کو جو ان کو اپنے بچوں کے بارے میں تھیں پورا کرے اور ان کی اولاد کو نیکیوں میں بڑھائے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ باقی بچیاں اور بچوں کو سب کو ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 2

لائے ہیں یا وہ؟

یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جائے کہ منہ سے ہی خاتَم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو اور اپنی ایک الگ شریعت بنالو۔ بغدادی نماز، معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں۔ کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتہ لگتا ہے؟ اور ایسا ہی ’’یَا شَیْخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ‘‘ کہنا۔ اس کا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا؟ شرم کرو۔ کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر، ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ مَیں نے خاتَم النبیین کی مہر کو توڑا ہے۔ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتَم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لاکر آپؐ کے طرزِ عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوّتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوّتوں کے بُت کو توڑ کر نیست و نابُود کرے۔ پس اسی کام کے لیے خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے‘‘۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’گدّی نشینوں کو سجدہ کرنا یا اُن کے مکانات کا طواف کرنا، یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں‘‘۔ (اور یہی آجکل پاکستان میں، ہندوستان میں اور دیگر جگہوں پر ہو رہا ہے) ’’غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور عزّت کو دوبارہ قائم کریں‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 65-64 ایڈیشن 2003ء)

پس مسیح موعود کے آنے سے شانِ ختمِ نبوت بڑھی ہے۔ اور آج بھی ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ پیروں، فقیروں کے درباروں پر حاضری دی جاتی ہے، قبروں کو سجدے کئے جاتے ہیں۔ آپ نے آکر سب بدعات کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔

پھر ایک علمی دلیل دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے۔ یہ تو ایک علمی بات ہے مگر کجا یہ کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جاوے‘‘۔ (بجائے اس کو مسلمانوں میں سے لانے کے اس کو اُلٹ پُلٹ دو اور دوسرے نبی کو لاؤ جو اس امت میں سے نہیں ہے)۔ فرماتے ہیں۔ ’’حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپؐ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آ سکتا‘‘۔ فرمایا کہ ’’علاوہ اس کے کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ (سورۃ النور: 56) میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ ’’کَمَا‘‘ باطل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کَمَا کے نیچے تو مثیل کو رکھا ہے‘‘۔ (یعنی اُس طرح کا) ’’عین کو نہیں رکھا‘‘ (یعنی وہی چیز دوبارہ نہیں آئے گی بلکہ اس کا مثیل ہو کے آئے گا)۔ ’’پھر یہ کس قدر غلطی اور جرأت ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کر لی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنالیا جائے اور پھر کَمَا میں مدت کی بھی تعیین ہے کیونکہ مسیح موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدی مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے۔ غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے اگر کوئی سوچنے والا ہو‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 401-400 ایڈیشن 2003ء)

پھر ایک ایسی دلیل بیان کرتے ہوئے جو عقلی بھی ہے اور جذباتی بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام کو ظاہر کرتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

’’غور کر کے دیکھو کہ جب یہ لوگ خلافِ قرآن و سنت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو پادریوں کو نکتہ چینی کا موقعہ ملتا ہے اور وہ جھٹ پٹ کہہ اُٹھتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر مر گیا اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے۔ حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے کہتے ہیں کہ وہ مُردہ ہے۔ سوچ کر بتاؤ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کر کے اس کی فضیلت اور خاتمیّت کو یہ لوگ بٹّہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جس قدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُردہ کہلایا ہے۔ اسی کی سزا میں یہ نکبت اور بدبختی اُن کے شاملِ حال ہو رہی ہے‘‘۔ (یہ اب تک جو اِن کی ذلت اور خواری ہو رہی ہے، یہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے) فرمایا کہ ’’ایک طرف تو منہ سے کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہیں اور دوسری طرف اقرار کر لیتے ہیں کہ 63 سال کے بعد مَر گئے اور مسیح اب تک زندہ ہے اور نہیں مرا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النساء: 114)۔‘‘ (کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بہت بڑا فضل کیا ہے)۔ ’’پھر کیا یہ ارشادِ الٰہی غلط ہے؟ نہیں، یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں ہے۔ مَیں اس کو عزیز رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس نبی کی اُمّت کہلاتے ہیں اُسی کو معاذ اللہ مُردہ کہتے ہیں اور اُسی نبی کو جس کی اُمّت کا خاتمہ ضُرِبَتْ عَلَیْہِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ (البقرہ: 62)۔ پر ہوا ہے اُسے زندہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم یہودی تھی اور اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ضُرِبَتْ عَلَیْہِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ (البقرہ: 62)۔ اب قیامت تک اُن کو عزّت نہ ملے گی‘‘۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک اُن کو عزت نہ ملے گی۔) ’’اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آ گئے تو پھر گویا اُن کی کھوئی عزّت بحال ہوگئی۔ اور قرآن شریف کا یہ حُکم باطل ہو گیا۔ جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو جو کچھ وہ مانتے ہیں اس پہلو سے قرآن شریف کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہود کے لیے فتویٰ دیتا ہے کہ اُن میں نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ ذلیل ہو گئے پھر اُن میں زندہ نبی کیسے آ سکتا ہے؟ ایک مسلمان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب اس کے سامنے قرآن شریف پیش کیا جاوے تو وہ انکار کے لیے لب کشائی نہ کرے مگر یہ قرآن سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں جاتا‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 19-18 ایڈیشن 2003ء)

(قرآن ان کے حلق سے نیچے جا بھی نہیں سکتا کہ یہ لوگ زمانے کے امام کے منکر ہیں اور جن کے بعض درس پسند کئے جاتے ہیں اگر تحقیق کی جائے تو پتہ چلے گا کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام پڑھتے ہیں جماعتی تفسیروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور یہ بات مجھے ان کے اندر کے (غیر از جماعت) آدمی نے خود بتائی جس کا بعض علماء کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے کہ ہماری تفاسیر دیکھ کر خاص طور پر تفسیرِ کبیر دیکھ کر یا بعض کُتب پڑھ کر یہ درس دیتے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ ثابت فرماتے ہیں کہ نہ عقل کی رو سے، نہ ہی عقیدے کی رو سے یہ قابلِ تسلیم ہے کہ ختمِ نبوت کا مطلب یہ لیا جائے کہ نبوت پر ایسی مہر لگ گئی کہ اب کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ وحی بالکل ختم ہو گئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور! جب سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُس سلسلے کے خادم تو نبی کہلائے مگر ادھر اس طرح کوئی بھی نبی نہ کہلایا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

’’مشابہت میں ضروری نہیں کہ مُشَبَّہ اور مُشَبَّہ بِہٖ بالکل آپس میں ایک دوسرے کے عین ہوں۔ اور ان کا ذرہ بھی آپس میں خلاف نہ ہو۔ اب ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو شیر ہے۔ تو اب اس میں کیا بھلا ضروری ہے کہ اس شخص کے جسم پر لمبے لمبے بال بھی ہوں۔ چار پاؤں بھی ہوں اور دُم بھی ہو اور وہ جنگلوں میں شکار بھی کرتا پھرے؟ بلکہ جس طرح مِنْ وَجْہٍ تشابہ ہوتا ہے ویسا ہی مِنْ وَجْہٍ مخالف بھی ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ تو ہمیں ہی فرمایا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے خیر اور برکات تھے وہ اسی امت میں جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایسے وقت تک پہنچ گیا ہوا تھا کہ دماغی اور عقلی قُویٰ پہلے کی نسبت بہت کچھ ترقی کر گئے تھے۔ اس زمانہ میں تو ایک گونہ جہالت تھی۔ اب کوئی کہے کہ اس طرح بھی تشابہ نہ ہوا تو یہ اس کا کہنا درست نہ ہوگا۔ نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حرام کی ہے اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اب اس امت کو کوئی خیر و برکت ملے گی ہی نہیں اور نہ اس کو شرفِ مکالمات اور مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکے گی۔ اس اُمّت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عالی جناب، اولوالعزم، صاحب شریعتِ کامل آنے والے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اس واسطے ضروری تھا کہ اس کی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاتا۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: 41)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہے کہ روحانی طور سے آپؐ باپ بھی ہیں اور رُوحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپؐ کے بعد جاری رہے گا اور وہ آپؐ میں سے ہو کر جاری ہوگا، نہ الگ طور سے۔ وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مُہر ہوگی۔ ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاعِ فیض لازم آتا ہے اور اس میں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو جو کہا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ یہ جھوٹ تھا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنے کیے جاویں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خَیْرُ الْاُمَّۃِ کی بجائے شَرُّ الْاُمَمْ ہوئی یہ اُمّت۔ جب اس کو اللہ تعالیٰ سے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی نصیب نہ ہوا۔ تو یہ تو کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلّ ہوئی اور بہائم سیرت اسے کہنا چاہئے نہ یہ کہ خَیْرُ الْاُمَمْ۔ اور پھر سورۃ فاتحہ کی دُعا بھی لغو جاتی ہے۔ اس میں جو لکھا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِم تو سمجھنا چاہئے کہ ان پہلوں کے پلاؤ زردے مانگنے کی دُعا سکھائی ہے اور ان کی جسمانی لذّات اور انعامات کے وارث ہونے کی خواہش کی گئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر یہی معنے ہیں تو باقی رہ بھی کیا گیا جس سے اسلام کا عُلُوّ ثابت ہووے۔ اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپؐ حضرت موسیٰ سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ ان کے بعد تو ان کی اُمّت میں سے سینکڑوں نبی آئے مگر آپؐ کی اُمّت سے خدا تعالیٰ کو نفرت ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا۔ کیونکہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے آخر اس سے کلام تو کیا ہی جاتا ہے۔ نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپؐ میں سے ہو کر اور آپؐ کی مہر سے اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے۔ ہزاروں اس اُمّت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص اُن میں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایسے دعوے کئے۔ چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (بنی اسرائیل: 73)۔ اگر خدا تعالیٰ نے خود ہی اس اُمّت کو اَعْمٰی بنایا تھا‘‘ (اندھا بنایا تھا) ’’تو عجب ہے خود ہی اُسے اَعْمٰی بنایا اور خود ہی اَعْمٰی کے واسطے زجر اور توبیخ ہے کہ آخرت میں بھی اَعْمٰی ہوگی‘‘۔ (خود ہی اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اندھا بنا دیا، اور پھر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آخرت میں تمہارے اندھے ہونے کی سزا ملے گی، وہاں بھی تم اندھے ہی رہو گے، یہ عجیب بات ہے۔) فرماتے ہیں کہ ’’اس اُمّت بیچاری کے کیا اختیار۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو کہے کہ اگر تو اس مکان سے گر جاوے گا تو تجھے قید کر دیا جاوے گا مگر پھر خود ہی اُسے دھکا دیدے۔ گویا نبوت کا سلسلہ بند کر کے فرمایا کہ تجھے مکالمات اور مخاطبات سے بے بہرہ کیا گیا اور تو بہائم کی طرح زندگی بسر کرنے کے واسطے بنائی گئی اور دوسری طرف کہتا ہے کہ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

اَعْـمٰـی (بنی اسرائیل:73) ۔اب بتاؤ کہ اس تناقض کا کیا جواب ہے؟ ایک طرف تو کہاخَیْرِ اُمّت اور دوسری جگہ کہہ دیا کہ تُو اَعْـمٰـی ہے آخرت میں بھی اَعْـمٰـی ہوگی۔ نعوذ باللہ۔ کیسے غلط عقیدے بنائے گئے ہیں"۔

(ملفوظات جلد نمبر3 صفحہ نمبر249-248۔ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پھر اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے حوالے سے ایک نکتہ بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں پڑھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔مَیں نے مراقبہ بلّی سے سیکھا ہے۔ اگر انسان نہایت پُرغور نگاہ سے دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ جانور کھلے طور پر خُلق رکھتے ہیں۔میرے مذہب میں سب چرند پرند ایک خَلق ہیں اور انسان اُس کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ نفس جامع ہے اور اسی لیے عالمِ صغیر کہلاتا ہے کہ کل مخلوقات کے کمال انسان میں یکجائی طور پر جمع ہیں اور کُل انسانوں کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں اور اسی لیے آپ کل دنیا کے لیے مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے ۔اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ(القلم:5) میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی صورت میں عظمتِ اخلاق محمدیؐ کی نسبت غور کرسکتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوتِ کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔ یہ ایک مسلّم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علّتِ غائی کے اختتام پر ہوتا ہے"۔ فرماتے ہیں کہ" جیسے کتاب کے جب کُل مطالب بیان ہوجاتے ہیں تو اُس کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علّتِ غائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی"۔ (جو اُس کے آنے کی اور آپ کے مقام کی، یا نبوت کے مقام کی وجہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی)۔" اور یہی ختمِ نبوت کے معنے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آ کر اس کا خاتمہ ہوگیا"۔ (ملفوظات جلد نمبر3 صفحہ نمبر35 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے کہ قرآنِ شریف کے بعض حصے دوسرے حصوں کی تفسیر اور شرح ہیں۔ایک جگہ ایک امر بطریقِ اجمال بیان کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ وہی امر کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔گویا دوسرا پہلے کی تفسیر ہے۔پس اس جگہ جو یہ فرمایا: صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:7) تو یہ بطریق اجمال ہے۔لیکن دوسرے مقام پر مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کی خود ہی تفسیر کردی ہے۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (النساء:70)۔مُنْعَمْ عَلَیْھِم لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نبی، صدیق، شہید، صالح۔ انبیاء میں یہ چاروں شانیں جمع ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کمالات کے حاصل کرنے کے لئے جہاں تک مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اس طریق پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمل سے دکھادیا ہے کوشش کرے۔مَیں یہ بھی تمہیں بتادینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔لیکن مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر مُنْعَمْ عَلَیْھِم کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہوسکتا ہے جن پر نبوّت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو راہ اختیار کی وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ ایجاد کرنا، خواہ وہ بظاہر کتنی ہی خوش کُن معلوم ہوتی ہو میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے"۔

فرمایا:" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہر مقصود اس کے ہاتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بدیں الفاظ بتاتا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰے

آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔مَیں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔انبیاء کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور اَرّہ کے ذکر کریں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اسی لئے اسوہ حسنہ فرمایا لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب: 22)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کے نقش قدم پر چلو اور ایک ذرہ بھر بھی ادھر یا ادھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔

غرض مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحۃ:7) میں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تیار کی تھی تا کہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے"۔

فرمایا" ان کمالات میں سے جو منعم علیہم گروہ کو دئے جاتے ہیں پہلا کمال نبوت کا کمال ہے جو بہت ہی اعلیٰ مقام پر واقع ہے۔ہمیں افسوس ہے کہ وہ الفاظ نہیں ملتے جن میں اس کمال کی حقیقت بیان کرسکیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر کوئی چیز اعلیٰ ہو اس کے بیان کرنے کے واسطے اُسی قدر الفاظ کمزور ہوتے ہیں اور نبوت تو ایسا مقام ہے کہ انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ اور مرتبہ نہیں ہے، تو پھر یہ الفاظ میں کیوں کر بیان ہوسکے۔مختصر اور ناکافی طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب انسان سفلی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور بالکل سانپ کی کینچلی کی طرح اس زندگی سے الگ ہوجاتا ہے۔اُس وقت اس کی حالت اور ہوجاتی ہے۔ وہ بظاہر اسی زمین پر چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اور اس پر قانون قدرت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسے دوسرے لوگوں پر، لیکن باوجود اس کے بھی وہ اس دنیا سے الگ ہوتا ہے اور وہ ترقی کرتے کرتے اُس مقام پر جا پہنچتا ہے جو نقطۂ نبوت کہلاتا ہے اور جہاں وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتا ہے۔ یہ مکالمہ یوں شروع ہوتا ہے کہ جب وہ نفس اور اس کے تعلقات سے الگ ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا تعلق محض اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتا ہے اور اسی سے وہ مکالمہ کرتا ہے"۔

(ملفوظات جلد نمبر1 صفحہ نمبر237-236۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام اور ختمِ نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں قرآنِ شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے وصفی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالاتِ متفرقہ اور فضائلِ مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپ کو ملے قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے۔چنانچہ فرمایا" فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البیّنہ:4) اور مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ (الْاَنعام:39) ایسا ہی ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ تمام نبیوں کی اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو یا زکوٰۃ دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتے ہیں جیسے یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ (الانبیاء:70) یہ امر جو ہے کہ تُو سب کی اقتدا کر۔ یہ بھی خلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرت کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے اس میں یکجائی طور پر موجود ہوں" (یعنی تمام کمالات جو تمام انبیاء میں تھے آپؐ میں جمع ہو جائیں) "اور گویا اس کے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہوگئیں"۔(جب یہ حکم آیا)" چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوت ختم ہوگئی اور یہ فرمایا کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: 41) ختم نبوت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہوگئے اور آئندہ کے لیے کمالاتِ نبوت کا باب بند ہوگیا اور کوئی نبی مستقل طور پر نہ آئے گا۔ نبی عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پانے والا اور پیشگوئی کرنے والا۔ جو لوگ براہ راست خدا سے خبریں پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہوگئی تھی۔ مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بند کردیا ہے اور مُہر لگادی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جب تک آپ کی اُمّت میں داخل نہ ہو اور آپؐ کے فیض سے مستفیض نہ ہو ۔وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں داخل نہ ہو۔اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدوں اس اُمّت میں داخل ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کے بغیر کوئی شرفِ مکالمہ الٰہی حاصل کرسکتا ہے تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔

یہی ایک آیت زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ آنے والا اس اُمّت میں سے ہوگا ۔کیونکہ وہ نبی ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا فیضان حاصل کرسکتا ہی نہیں جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپ کی اُمت میں داخل نہ ہو۔اب خاتم النّبیین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کس طرح آسکتے ہیں ۔ یا اُن کو نبوت سے معزول کرواور ان کی یہ ہتک اور بے عزتی روا رکھو اور یا یہ کہ پھر ماننا پڑے گا کہ آنے والا اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی مگر اب خاتم النّبیین کے بعد یہ مستقل نبوت رہی ہی نہیں۔اس لئے کہا ہے ؎

خارقے از ولی مسموع است
معجزہ آں نبی متبوع است"

(کہ وہ کرامت جو ولی سے سنی گئی ہے وہ اس نبی کا معجزہ ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے)۔" پس اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کو نبوت کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوت کو کھودیں۔یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے۔البتہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایک وقت مستقل نبی کو حاصل ہوسکتا تھا۔لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیاء والی آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔اور خاتم الانبیاء حضرت مسیح ٹھہریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاوے گا کیونکہ آپ (یعنی حضرت عیسیٰ) پہلے بھی آئے اور ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہوگئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے۔غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنے والے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کُفر ہے۔ (ملفوظات جلد نمبر3 صفحہ نمبر96-95۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پھر محی الدین ابنِ عربی کا مذہب عقیدہ نبوت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"ختمِ نبوت پر محی الدین ابنِ عربی کا یہی مذہب ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہوچکی ورنہ اُن کے نزدیک مکالمہ الٰہی اور نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے"۔فرمایا:" اس میں علماء کو بہت غلطی لگی ہے۔خود قرآن میں اَلنَّبِیّٖن جس پر ال پڑا ہے موجود ہے۔اس سے مراد یہی ہے کہ جو نبوت نئی شریعت لانے والی تھی وہ اب ختم ہوگئی ہے۔ اگر کوئی نئی شریعت کا دعویٰ کرے تو کافر ہے اور اگر سرے سے مکالمہ الٰہی سے انکار کیا جاوے تو پھر اسلام تو ایک مردہ مذہب ہوگا اور اس میں اور دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ کیونکہ مکالمہ کے بعد اَور کوئی ایسی بات نہیں رہتی کہ وہ ہو تو اُسے نبی کہا جائے۔ نبوت کی علامت مکالمہ ہے لیکن اب اہلِ اسلام نے جو یہ اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ اب مکالمہ کا دروازہ بند ہے اس سے تو یہ ظاہر ہے کہ خدا کا بڑا قہر اسی اُمّت پر ہے۔اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:6، 7) کی دُعا ایک بڑا دھوکا ہو گی" (نعوذ باللہ)" اور اُس کی تعلیم کا کیا فائدہ ہوا گویا یہ عبث تعلیم خدا نے دی ۔(ملفوظات جلد 3 صفحہ 53،52۔ ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

"میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کرسکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔نَبَأ ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی خبر کے ہیں۔اب جو شخص کوئی خبر خدا تعالیٰ سے پا کر خلق پر ظاہر کرے گا اُس کو عربی میں نبی کہیں گے۔میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ تو نزاعِ لفظی ہے"(یعنی لفظوں کا جھگڑا ہے)" کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔اس امر کی صراحت کرتا ہے۔نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔ ایک باغ جس کو اس کے مالی اور باغبان نے چھوڑ دیا، اُسے بھلا دیا، اُس کی آبپاشی کی اُس کو فکر نہیں تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ چندسال بعد وہ باغ خشک ہوکر بے ثمر ہو جاوے گا اور آخر کار لکڑیاں جلانے کے کام میں لائی جاویں گی۔ اصل میں ان کی اور ہماری نزاعِ لفظی ہے۔مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں۔مجدّ د

صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔ فرمایا ’’اچھا مَیں پوچھتا ہوں کہ ایک انسان خدا تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا پر ظاہر کرے تو اس کا نام آپ لوگ عربی زبان میں بجز نبی کے اور کیا تجویز کرتے ہیں؟ عجیب بات ہے کہ اسی لفظ کے مفہوم کو اگر زبانِ اُردو میں یا پنجابی میں بیان کیا جائے تو مان لیتے ہیں اور اگر عربی زبان میں پیش کریں تو نفرت اور انکار کرتے ہیں۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد5 صفحہ 667،668۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اُس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور اُس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا، اُس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرارِ افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعے سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعے سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعے سے اور اُس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعے سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں‘‘۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد نمبر22 صفحہ نمبر119-118۔ ایڈیشن 2011ء)

پس آپ نے آ کر ہمیں بتایا کہ مقامِ ختمِ نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ ختمِ نبوت یہ نہیں کہ آپ کے آنے سے نبوت پر مہر لگ گئی اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام اور وحی کی جو ایک صفت تھی اُس صفت کو متروک کر دیا۔ اگر یہ تعریف ہو تو پھر تو ختمِ نبوت پر حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خدائی پر حرف آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر حرف آتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے معجزات کا تسلسل جاری ہے اور اس زمانے میں یہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے جاری فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی طرف رسول بن کر آئے تھے۔ اور آپ کی خصوصیات یہ ہیں جو آپ نے ہمیں بتائی ہیں کہ آپؐ تمام دنیا کی طرف رسول بن کر آئے۔ یہ مقامِ ختمِ نبوت ہے کہ تمام نبیوں کی تمام صفات آپ میں جمع ہو گئیں۔ یہ آپؐ کا مقامِ ختمِ نبوت ہے کہ آپ کو نبی کا مقام ملنے سے مقامِ ختمِ نبوت نہیں بلکہ آپؐ کی پیدائش کے وقت سے ہی آپؐ کو مقامِ ختمِ نبوت مل گیا۔ آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے، اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیتے ہیں اُن کو بھی آپؐ کی پیروی میں وہ مقام مل سکتا ہے جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ اُس کی ایک انتہا ہے۔ اس لئے حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے حقیقی علماء آجکل کے وہ علماء نہیں جو لوگوں کو فساد پر اُبھارنے والے ہیں بلکہ حقیقی علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی جلد نمبر9 جز نمبر17 صفحہ نمبر93 تفسیر سورۃ یونس زیر آیت نمبر57 دارلکتب العلمیۃ بیروت۔2004ء)

پس خاتم النبیین کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ کی نبوت میں ہر چیز کی مہر لگ گئی ہے اور آپ کے زیرِ سایہ اب نبوت کا نظام جاری ہوسکتا ہے اس کے بغیر نہیں۔

جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ یہ مضمون جو ایک احمدی کی روح ہے، جو ایک احمدی کے دین کی اساس ہے اور کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ ہمارے علماء اور داعیین اس حوالے سے لوگوں کے شبہات اور غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات جو مَیں نے پیش کئے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ کی کتب اپنے آقا و سید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور عشق سے بھری پڑی ہیں۔ اپنی پہلی کتاب براہینِ احمدیہ سے لے کے اپنی آخری کتاب تک جو پیغامِ صلح ہے آپ کی تمام کتب میں مقام رسول اور غیرتِ رسول کا اظہار ہمیں نظر آتا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کا لٹریچر اس مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ مَیں خود بھی اس کو مختلف رنگ میں، حالات میں خطبات میں بیان کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں لیکن آج پھر ذرا تفصیل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اس لئے بیان کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً جیسا کہ مَیں نے کہا غیر از جماعت علماء یا اُن کے زیرِ اثر مسلمانوں کی طرف سے یہ سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے اور اس حوالے سے نئی نسل اور کم علم لوگوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور پھر احمدیت کی طرف منسوب کئے گئے جھوٹ کے ان پلندوں اور ظالمانہ الزامات کی وجہ سے عامۃ المسلمین میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو اپنے زعم میں ناموسِ رسالت کی خاطر اور غیرتِ دینی کی وجہ سے احمدیوں کی مخالفت میں جوش اور غیظ دکھاتے ہیں اور اس کے لئے کسی بھی حد سے گزر جانے کا رویہ اپناتے ہیں۔ تو شاید اُن کے ذہنوں میں حقیقت واضح ہو جائے۔ شاید کہ اس طرح کسی کے دل میں کوئی بات اثر کر جائے اور ہماری طرف سے ہر کوشش ہونی چاہئے۔ ہماری کوئی کوشش ایسی نہ ہو جو نامکمل رہ جائے۔ گو اب اتمامِ حجت تو ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ہمدردی کا جذبہ غالب آ جاتا ہے اور رحمۃ للعالمین سے عشق اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کو سمجھانے کی ہر کوشش کی جائے۔

کل بھی مَیں نے اپنی تقریر میں واقعات سنائے تھے اُن میں بھی بعض لوگ ایسے تھے، جیسا کہ مَیں نے کہا ہے، جن کو جب حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے احمدیوں کے عشقِ رسول اور مقامِ خاتم النبیین کو پہچان کر اور احمدیوں کے دلوں میں جو مقامِ خاتم النبیین ہے اُس کو دیکھ کر اپنے علماء کو برا بھلا کہا اور جماعت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ پس ہر مسلمان کہلانے والے کو سمجھنا چاہئے کہ اُس نے جان خدا کو دینی ہے۔ مولوی یا کوئی شدت پسند گروہ اُس وقت کام نہیں آئے گا جب حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ اُس وقت اِن لوگوں کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ہم خود گمراہ تھے تمہیں کیا ہدایت دیتے؟ پس زمانے کو دیکھیں، حالات کو دیکھیں اور بلاوجہ مولوی کے غیظ و غضب دلانے کے زیرِ اثر نہ آئیں۔ یقیناً ایسے بھی بہت سے ہیں جو مولوی کی باتوں سے لاتعلق ہیں اور احمدیوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ اُن کو کہا جاتا ہے کہ تمہارے دل عشقِ رسول اور غیرتِ رسول سے خالی ہیں۔ پمفلٹ تقسیم کئے جاتے ہیں اور کھلے عام تقسیم کئے جاتے ہیں اور دکانوں اور گھروں میں بھجوائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ شریفانہ یا لاتعلقانہ رویہ باوجود مولوی کے غیرت دلانے کے اس لئے ہے کہ وہ مسلمان ہو کر پھر درندگی نہیں دکھانا چاہتے۔ وہ انسانی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہتے۔ وہ ناموسِ رسالت کے نام پر جھوٹی غیرت دکھا کر رحمۃ للعالمین کو بدنام نہیں کرنا چاہتے۔ پاکستان اور بعض ملکوں میں یہ ان لوگوں کے رویے ہیں جو مذہب کے نام پر سیاسی یا دنیوی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کوئی تعلق حبِّ رسول سے نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے سیاسی مفادات ہیں۔ اور ان کی بات ماننا، سننا اپنی دنیا و عاقبت خراب کرنے کے مترادف ہے۔ یا پھر ان لوگوں کا تعلق دہشت گرد تنظیموں سے ہے جنہوں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے یہ رویہ اپنایا ہوا ہے۔ جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلام کے نام پر جیسا کہ مَیں نے کہا اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے پاکستان میں خاص طور پر عوام الناس اور ملک کو یرغمال بنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے شرافت نے اپنی زبان بند کی ہوئی ہے۔

پس ہم احمدی ہی ہیں جنہوں نے ان گردنوں کو بھی آزاد کروانا ہے۔ ہمارے پاس کوئی دنیاوی طاقت تو نہیں لیکن حقیقی غیرتِ رسول ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپؐ سے منسوب لوگوں کی گردنوں کو آزاد کروایا جائے۔ اس لئے ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس محسنِ انسانیت کے صدقے آپؐ کی طرف منسوب ہونے والوں کو تباہ ہونے سے بچالے کہ یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جو ہماری کامیابیوں کا راز ہے۔ ساتھ ہی ہم ہر ذی شعور مسلمان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے خود ساختہ یا خوف کے زیرِ اثر گونگے پن کو زبان دو۔ خدا کا خوف اپنے اندر پیدا کرو، نہ کہ دنیا والوں کا۔ اسلام کے نام پر انسانیت کی قدریں پامال کر کے اُس محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین کو بدنام کرنے والوں کا ساتھ دے کر اُس رسول کی ناراضگی اور خدا کی ناراضگی مول نہ لو۔ اپنی شرافت کو زبان دو۔ انسانی شرف کو قائم کر کے پاکستان اور اسلام کا وقار بلند کرنے کی کوشش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بلند کر کے آپ کی اپنی امت کے لئے کی گئی دعاؤں کے وارث بنو۔ اپنی حالتوں کو دیکھو اور غور کرو کہ باوجود اسلام اور رسول کی غیرت کے اُس اظہار کے جو تم اب تک کرتے رہے ہو یا کر رہے ہو، بدنامی اور ناکامی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کر رہے، نہ کر سکے۔ اس کی وجہ نعوذ باللہ، میرے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے نہ ہی اسلام کے اعلیٰ اور مکمل دین ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک ہے بلکہ یہ تمہارے عمل اور رویے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد یعنی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ:4) پر غور کرنے کی بجائے اس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے۔ پس سوچو اور غور کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عقل دے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جہاں تک ہم احمدیوں کا سوال ہے ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتے ہیں کہ ہم غیرتِ رسول اور ناموسِ رسول کے لئے اپنی جانیں قربان کرنا جانتے ہیں اور کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہر احمدی جو اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا مقام حاصل کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی وجہ سے کرتا ہے۔ وہ اپنی جان کا نذرانہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے اور حضرت خاتم الانبیاء پر درود پڑھتے ہوئے پیش کرتا ہے۔ وہ حقیقی درود پڑھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کے نئے راستے ہمیں دکھاتا ہے۔ وہ درود جو ہمارے دل کی آواز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں اور یہ درود آپؐ کے افضل ہونے کے اظہار کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ وہ درود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت کا ادراک ہمارے دلوں میں مزید روشن تر کر کے پیدا کرتے ہوئے آپؐ کے مقامِ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے اور اس طرح درود شریف پڑھنے کا یہ سب فہم و ادراک ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں سے هٰذَا رَجُلٌ يُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (تذکرۃ صفحہ نمبر34 ایڈیشن چہارم 2004ء)۔ کی خوشنودی کی سند لے کر پھر ہم میں پیدا فرمایا ہے۔

پس کون ہے جو ہم سے عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم چھین سکے۔ خدا کی قسم! ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو ہم اُسے خوشی سے قبول کر لیں گے لیکن اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور آپؐ پر درود وسلام کے اس ادراک سے ایک انچ کا ہزارواں حصہ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ دنیا کے امتحان اور ابتلا تو ہم برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنے پیارے خدا کی ناراضگی اور اپنے آقا سے عشق میں کمی ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جب ہم خدا اور رسول کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر اپنے وعدے کے مطابق سب سے زیادہ پیار کرنے والا خدا بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور آج تک کی تاریخِ احمدیت یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ دنیا پر مقامِ ختمِ نبوت جماعت احمدیہ کے ذریعے واضح کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب جماعت احمدیہ کے ذریعے دنیا پر لہرائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم گزشتہ 123 برس سے قربانیاں دیتے چلے آرہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قربانیاں دیتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ تمام دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔

لیکن اے دشمنانِ احمدیت! جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حضرت خاتم الانبیاء محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمینؐ کے نام پر ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہو، تمہیں آج میں واضح طور پر اور تحدّی سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارا مقدر ناکامیاں ہیں، تمہارا مقدر تباہی و بربادی ہے اور تمہارا مقدر ذلّت و خواری ہے۔ جس خدا کے نام پر اور جس حبیبِ خدا کے نام پر تم یہ ظلم و بربریت کر رہے ہو وہ خدا ضرور اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ خدا اپنے حبیب کی عزت و ناموس کی خاطر تمہیں ضرور پکڑے گا کہ وہی اپنے حبیب سے حقیقی پیار کرنے والا ہے جسے قطعاً یہ برداشت نہیں کہ محسنِ انسانیت کو ظلم و بربریت کر کے بدنام کیا جائے۔ پس اب بھی ہوش کرو اور وقتاً فوقتاً آفات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تنبیہی پیغام مل رہے ہیں اُنہیں سمجھو ورنہ جس دن

اذنِ الٰہی نے آخری فیصلہ کرلیا اُس دن تمہاری خاک بھی نظر نہیں آئے گی۔ پس ہوش کرو، ہوش کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عقل دے۔ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم اپنے کسی بھی حربہ سے جماعت احمدیہ کو تباہ کرسکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر روز اپنے فضلوں کے وہ نظارے دکھا رہا ہے جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اُس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ وعدے ہیں اور بیشمار جگہ مختلف حوالوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اِنِّیْ مَعَکَ۔ (تذکرۃ صفحہ نمبر 177 ایڈیشن چہارم 2004ء)۔ پس جس کے ساتھ اللہ ہو جو تمام طاقتوں کا مالک ہے اور جو بہترین مددگار ہے اُس کا مقابلہ کوئی انسان کیا کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی رنگ میں عشقِ رسول کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ پہلے سے بڑھ کر درود شریف کا ادراک عطا فرمائے۔ ہمیں ہمیشہ ثباتِ قدم عطا فرمائے اور ہمیں فتوحات کے نظارے پہلے سے بڑھ کر دکھائے۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں احمدیت کی خاطر ظلم میں پسنے والوں کے لئے بھی دعا کریں۔ بہت دعا کریں۔ اسیران کے لئے، واقفینِ زندگی کے لئے، جماعتی خدمات بجالانے والوں کے لئے، جلسہ کی برکات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کے لئے کہ جماعت کی روحانی ترقی اور تقویٰ کے لئے، امتِ مسلمہ کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے، کُل انسانیت کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اسلام کی آغوش میں لاکر حقیقی مسلمان بن کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کی توفیق بخشے۔ عمومی طور پر دنیا کے لئے جو فساد میں مبتلا ہے۔ اب کل ہی ناروے میں بھی ایک واقعہ ہوا جہاں اکانوے (91) لوگ بم بلاسٹ میں قتل کردیئے گئے اور ماردیئے گئے۔ وہاں ناروے کا جو منسٹر، میئر صاحب آئے ہوئے تھے وہ اپنے لوگوں کی موت کی خبر سن کر اور موت کا نظارہ دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ مجھے اُس درد کا اور بھی زیادہ احساس ہوا ہے جس میں آپ لوگوں کی لاہور کی مسجد میں چھیاسی شہادتیں ہوئی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ اُس قوم کو بھی صبر عطا کرے اور اُن لوگوں کو جو اس قسم کے ظالمانہ فعل کرتے ہیں عقل بھی عطا کرے۔ ہماری ہمدردیاں اور جذبات ہمیشہ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جو مظلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ظلم سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ اب ہم دعا کرتے ہیں۔ دعا میں شامل ہوجائیں۔

☆......☆......☆......☆......☆

خونِ ناحق

(جمیل احمد بٹ - کراچی)

یہ 16/اکتوبر 2012ء کی شام تھی۔ 25 سالہ جوان، خوب رو، خوب سیرت، الیکٹرک انجینئر بن کر اپنے والد کے کاروبار میں مددگار، سعد فاروق اپنے دوستوں، عزیزوں اور پیاروں میں گھرا، خوشی سے دمکتے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ سجائے، ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ یہ سب دوست واحباب خوشیوں سے بھرپور ایک خاص تقریب کے لئے یکجا تھے۔ ایک ایسا موقع جو عام طور پر زندگی میں ایک ہی بار آتا ہے۔ ہاں، یہ سعد کے ولیمہ کی دعوت تھی۔ اس کی گزشتہ روز ہی شادی ہوئی تھی۔

اور تیسرے دن 19/اکتوبر کو سعد ہمیشہ کے لئے جاچکا تھا۔ اس شادی کے لئے امریکہ سے آئی ہوئی چار دن کی دلہن کے ہاتھوں پر مہندی ابھی تازہ تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں بسے سہانے خواب جامد ہوچکے تھے کہ وہ بیوہ بنادی گئی تھی۔ سعد کی وفات طبعی نہ تھی۔ وہ کسی مہلک حادثہ کا نتیجہ بھی نہ تھی۔ اسے بے رحمی کے ساتھ نشانہ باندھ کر قتل کردیا گیا تھا۔ اور ایسا کسی دنگے فساد میں نہیں ہوا تھا۔ نہ اس کا کسی سے جھگڑا ہوا تھا۔ بلکہ اسے صرف اس لئے قتل کردیا گیا تھا کہ وہ احمدی تھا اور اس کے قاتلوں کے نزدیک اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

اس دن بلدیہ ٹاؤن کراچی میں سعد اپنے والد، سسر، بھائی اور دو اور عزیزوں کے ہمراہ فریضۂ جمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنے گھر کے لئے لوٹ رہا تھا۔ یہ بھری دوپہر تھی۔ سڑک لوگوں اور ٹریفک سے پُر تھی۔ ایک چوک پر ان کی گاڑی آہستہ ہوئی تو پہلے سے منتظر قاتلوں نے یکدم گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ غصہ کی آگ میں جلتے ان قاتلوں نے کئی برسٹ مارے۔ یہ غیر مسلح، قانون پسند شرفاء ان پیشہ وروں کے آگے بے بس رہے اور سعد جو بائیک پر سوار تھا بالکل آسان نشانہ رہا۔ محنت کرکے ترقی کرنے والے اس کے والد، اپنی بیٹی کے ہمراہ اگلے دن امریکہ سے آئے ہوئے اس کے سسر، اس کی شادی میں شرکت کے لئے آیا ہوا لندن میں زیرِ تعلیم اس کا بھائی، سب کئی کئی گولیوں کا نشانہ بنے اور مخدوش حالت میں اسپتال لے جائے گئے اور انتہائی نگہداشت کمروں کے مہمان ہوئے اور تاحال زیرِ علاج ہیں اور ایک ابھی تک خطرے سے باہر نہیں۔

ایک کمزور اور غیر ذمہ دار حکومت اور شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے ذمہ دار تمام ریاستی اداروں کی لاتعلقی اور نا اہلیت کے سایہ میں پلنے والی تباہی کی علم بردار کسی تنظیم کے لئے کام کرنے والے ان ظالم، بے رحم اور گمنام قاتلوں نے ایک اور کھلتے ہوئے پھول کو نوچ پھینکا تھا۔ سعد کا جرم اس کا احمدی ہونا تھا۔ وہی جرم جس کی پاداش میں گزشتہ دنوں کراچی میں پانچ اَور احمدی بھی قتل کردیئے گئے۔

15/ستمبر 2012ء کو 2005ء میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت پانے والے، MBA کرکے اپنے کاروبار میں مصروف 28 سالہ محمد احمد صدیقی صاحب کو، اس سے ایک دن پہلے 22 سالہ نوید احمد صاحب کو، اس سے تین دن قبل کراچی پولیس کے ایک ملازم اور 5 بچوں کے والد 44 سالہ محمد نواز صاحب کو، اس سے پانچ دن پہلے 6/ستمبر کو ایک اور نو احمدی اسکول ٹیچر راؤ عبدالغفار صاحب کو اور 19/جولائی کو اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے ایک نیک نام اور اہل، اسٹنٹ ڈائریکٹر 52 سالہ نعیم احمد گوندل صاحب احمدی ہونے کے جرم میں شہید کئے گئے۔

اسی عرصہ میں دو اور افراد کو قتل کرنے کی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ 24/جون کو 34 سالہ اسلم بھٹی صاحب کو اور 15/ستمبر کو 45 سالہ شمس فخری صاحب کو جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ کے ایک پڑنواسے ہیں اور جنہوں نے 2005ء میں احمدیت قبول کرنے کا شرف پایا، نشانہ بنایا گیا۔ یہ دونوں تاحال زیرِ علاج اور گولیوں کے ان حملوں سے پہنچنے والی جسمانی توڑ پھوڑ کی پیچیدگیوں سے نبرد آزما ہیں۔

خونِ ناحق کا یہ بہایا جانا جاری ہے۔ سعد کے واقعہ کے تین دن بعد 23 اکتوبر کو دو اور بے گناہ گولیوں کا نشانہ بنا دیئے گئے۔ یہ 67 سالہ بشیر احمد بھٹی صاحب اور 1994ء میں احمدی ہونے والے 40 سالہ راجہ عبدالحمید خان صاحب تھے۔ اور یوں گزشتہ کم وبیش 3 ماہ میں ایک شہر میں شہید و زخمی کئے جانے والے احمدیوں کی تعداد 13 تک پہنچ گئی ہے۔

ان جان قربان کرنے والوں سے محبت کرنے والے والدین، بیویاں، بیٹے اور بیٹیاں، بہن بھائی اور دیگر عزیزوں نے ان سانحوں پر جس عظیم صبر اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس بات کا ایک مضبوط اظہار ہے کہ جماعت کے حوصلے ناقابلِ شکست ہیں۔ ان کا صبر و استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا پر یوں راضی رہنا یقیناً اس کے حضور قبولیت کا شرف پائے گا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی مزید بارش پر منتج ہوگا۔ انجامکار یہ قربانیاں رنگ لائیں گی اور ایک عظیم الشان انقلاب کی نوید ہوں گی۔

یہ واقعات جہاں بجائے خود دکھی کرنے والے ہیں وہیں یہ ہمیں اس لئے بھی غمزدہ کرتے ہیں کہ ان سچے، نیکو کار، پیارے، محبتیں بانٹنے والے، ایماندار، سادہ مزاج، خدا سے ڈرنے والے، دوسروں کے کام آنے والے اور مہربان لوگوں کے اس ظالمانہ قتلِ عام سے وطن عزیز پاکستان، اخلاق و کردار اور بنی نوع انسان سے ہمدردی کی ان انسانی اقدار سے اَور بھی تہی ہوتا جاتا ہے جو پہلے ہی کمیاب ہیں۔

انسانی جانوں کا یہ بہیمانہ زیاں ہمیں فکرمند بھی کرتا ہے کہ جان و مال کے تحفظ کے فریضہ کی ادائیگی میں ناکام رہنے والے اربابِ اقتدار، مذہب کے نام پر جاری اس جرم کے پس پردہ پشت پناہ، اور اس ظلم کی خاموش تائید کرکے شریکِ جرم ہونے والے عوام الناس، سب ایسا کرکے اپنے لئے اللہ کے اچانک آجانے والے عذابِ شدید کو دعوت دے رہے ہیں۔

ملک کے مختلف شہروں میں بار بار ظالموں کے ہاتھوں اپنے پیاروں کو جدا ہوتے دیکھ کر ہمارے دل ضرور خون بہاتے ہیں اور ہماری آنکھیں آنسو۔ لیکن صرف اپنے مالک و مولیٰ اللہ کے حضور۔ جس کی رضا کے آگے ہم استقامت سے جھکتے ہیں۔ اور شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس ابتلاء کو برداشت کرنے اور اس گھڑی میں ثابت قدم رہنے کی طاقت و ہمت عطا فرمائی ہے۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ یقین بھی ہماری تقویت کا باعث ہے کہ ان جان قربان کرنے والوں نے ایک اعلیٰ مقصد کی خاطر اپنی زندگیاں پیش کی ہیں اور یوں وہ اس الٰہی خوش خبری کے دائمی حقدار بن گئے ہیں: ”جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں، (بقرہ 2:155)“۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت بھی ہمارے دلوں کی حقیقی ڈھارس ہے:

’یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے پھر استقامت اختیار کی ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو‘ (حٰم سجدہ: 31)

✡✡✡✡✡✡✡

بقیہ: اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان
از صفحہ نمبر 20

ہوکر مطالبہ کیا کہ ایک احمدی کی دوکان کے باہر درج قرآنی آیت مٹائی جائے جس میں اہل ایمان کو صاف سیدھی بات کہنے کی تلقین درج ہے۔ لیکن احمدیوں نے اپنا روایتی جواب دیا کہ ہم قرآن کریم کو مٹانے نہیں بلکہ بلند کرنے والی جماعت کے افراد ہیں۔ اس لئے نہ تو کوئی احمدی قرآنی آیت مٹائے گا اور نہ ہی ہم کسی ایرے غیرے کو قرآن کریم مٹانے کی اجازت دیں گے۔ ہاں حکومت وقت کی مخالفت ہمارا کام نہیں وہ جو مرضی چاہے کرتی پھرے۔

یہ جواب سن کر مشتعل ہجوم تھانے کی طرف چلا گیا اور اپنا مطالبہ پیش کیا اور پولیس نے ملاں کے سامنے ایک زرخرید غلام سے بھی کم لچک دکھائی اور اگلے ہی دن مقامی احمدیہ جماعت کے صدر کو گرفتار کرلیا۔ بعد میں ایف آئی آر نمبر 469/12 محررہ 23-7-2012 کا اندراج کرکے باقاعدہ گرفتاری ڈال دی۔ پولیس کی طرف سے تو انصاف کی فوری فراہمی کا باب تمام ہوا، اب احمدی اپنے اس بھائی کی ضمانت پر رہائی کے لئے کوشاں ہیں۔

(باقی آئندہ)

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیرِ تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینجر)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد مُلاّؤں اور ان کے سرپرستوں اور ہمنواؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے
خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

دارالاسلام اور دارالحرب
معنے و مفہوم اور مختلف نظریات

(تحریر حضرت ملک سیف الرحمن صاحب (مرحوم) مفتی سلسلہ احمدیہ)

(قسط نمبر2)

دارالحرب اور جہاد کے متعلق فقہاء اور مولانا مودودی کے نظریات پر تبصرہ

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت طیّبہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ نیز صحابہ کرام کے طرزِ عمل کا مجموعی اور یکجائی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ دارالحرب اور جہاد کے متعلق مذکورہ نظریات سراسر بے بنیاد ہیں۔ کیونکہ یہ مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی ہے جو:

الف۔ دینی اختلاف کی وجہ سے لڑنے اور مرنے مارنے پر تیار رہتے ہیں اور حملہ میں پہل کرتے ہیں۔

ب۔ یہ لوگ ظلم وستم میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور دین و مذہب کی آزادی سلب کرنے اور اُس کی تبلیغ کرنے سے بزورِ شمشیر روکنے کے درپے رہتے ہیں۔

تفصیل مقالہ کے دوسرے حصہ میں پیش کی جارہی ہے۔ اس وقت یہاں صرف مولانا مودودی کے نظریہ کے بارہ میں کچھ کہنا مناسب ہوگا۔

مولانا نے الفاظ کا جادو جگانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن الفاظ کا جادو حقائق کے جادو کا سامنا نہیں کرسکتا۔ مولانا کا یہ بیان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سال کی تبلیغی کوششیں ناکام اور غیر مؤثر رہیں تب لائق توجہ ہوتا اگر واقعات یہ ہوتے کہ مکّہ والے آپ کی تبلیغ کو ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے۔ آپ کے دلائل اور آپ کے وعظ کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ نہ مخالفت کرتے نہ تشدد سے کام لیتے۔ نہ مسلمانوں کو تنگ کرتے نہ ان کے قتل کے درپے ہوتے۔ نہ ان کے مال لوٹتے نہ درپے آبرو ہوتے۔ غرض کسی قسم کا ردِّعمل ظاہر نہ کرتے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) غصہ میں آکر تلوار ہاتھ میں لے کر کفّار کے دلوں کے اس زنگ کو اُتارنے کی کوشش کرتے اور ان کی اکڑی ہوئی گردنوں سے نخوت اور استکبار کے جراثیم نکال باہر کرتے۔ حالانکہ واقعات یہ نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ کفارِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اور آپ کے وعظ کے اثر کو دیکھ کر آپے سے باہر ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنے اور کلامِ الٰہی پہنچانے سے روکنے کے لئے ہر جتن کیا۔ آپؐ پر سختی کی، بائیکاٹ کیا۔

چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہیں۔ ’’فلمّا رأت قریش ان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ قد نزلوا بلدًا اصابوا بہٖ امنًا وقرارًا...... وجعل الاسلام یفشو فی القبائل اجتمعوا وائتمروا (بینھم) اَن یکتبوا کتاب یتعاقدون فیہ ...... علٰی ان لا ینکحوا الیھم ولا ینکحوھم ولا یبیعوھم شیئًا ولا یتباعوا منھم۔‘‘

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 256 خبر الصحیفۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے سے روکا۔ کسی کو کہا کہ جادوگر ہے اس کا کلام سنو گے تو تم پر جادو ہوجائے گا، اس کے دلائل کے سامنے تم شکست کھا جاؤ گے اس لئے اس کلام کو سننے سے بچو۔ اور کسی کو ڈرایا دھمکایا۔ اور جنہوں نے ان کی بات کو نہ مانا اور آپؐ کی باتیں سنیں اور حق قبول کیا اُن پر طرح طرح کے ستم ڈھائے۔ بعض کو قتل کیا بعض کے مال لوٹے۔ بعض کو مارا پیٹا۔ غرض ہر طرح سے سختی کی پھر بھی مسلمان دن بدن بڑھتے گئے۔ مختلف قبائل میں اسلام پھیلنے لگا۔ لوگ آتے آپؐ کی باتیں سنتے۔ کلام الٰہی کا اثر لیتے اور گرویدہ ہوجاتے۔ آخر کفار مکّہ اتنے مشتعل ہوئے کہ پہلے بائیکاٹ کا معاہدہ لکھا اور اُسے خانہ کعبہ میں لٹکایا۔ سختی میں حد سے بڑھنے لگے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن وہاں بھی ان کا پیچھا کیا گیا۔ ناکام ہوئے تو اشتعال میں اور بڑھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مکّہ میں رہ جانے والے مسلمانوں کو اس قدر تنگ کیا اور ان پر اتنی سختیاں کیں کہ وہ بھی باذنِ الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے۔ پھر وہاں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا۔ پہلے ماردھاڑ کرنے والے چھاپہ مار بھیجے۔ پھر مدینہ پر باقاعدہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

☆ چنانچہ ابوسفیان جو تجارتی قافلہ لے کر شام گئے۔ اس کے متعلق طے تھا کہ اس کا سارا منافع مدینہ پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں خرچ ہوگا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 521 غزوۃ احد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

بدر، اُحد اور احزاب کی جنگیں مدینہ جا کر لڑیں۔ پھر بھی مولانا کہتے ہیں کہ تبلیغ کی ناکامی اور غیر اثر پذیر دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں تلوار لے لی اور بزورِ شمشیر دنیا کو منوایا کہ اسلام سچا مذہب ہے اسے مانو ورنہ مٹنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔

یہ کیسی زیادتی ہے۔ قرآن کریم اور تاریخ سے کس قدر صرفِ نظر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دین میں جبر نہیں۔ ہدایت اور ضلالت کھل کر سامنے آگئی ہیں۔ **قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ** کے الفاظ میں وضاحت موجود ہے۔ **مَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ** میں انسان کو اختیار مل چکا ہے کہ جس کی مرضی ہے مانے جس کی مرضی ہے نہ مانے۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ، آپ کا وعظ اور آپ کا اُسوہ اتنا حسین اور اتنا مؤثر تھا کہ دھڑا دھڑ لوگ مسلمان ہونے لگے اور کفّار کا چین ختم ہوگیا۔ انہیں اپنی سرداری خطرہ میں پڑتی نظر آئی اور یہ فکر لگ گئی کہ آپؐ کی تبلیغ اور آپ کے وعظ کو نہ روکا گیا تو اسلام غالب آجائے گا۔ مسلمان ترقی کر جائیں گے اور کفار کا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس طرح کفّار نے اپنی غلط سوچ کے ناطے مشتعل ہوکر مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے کہ انسانیت چیخ اُٹھی، شرافت دُہائی دینے لگی۔ اس سب کچھ کے باوجود مولانا مودودی کہتے ہیں کہ آپؐ کی تبلیغ ’’ناکام‘‘ ہوئی اور آپؐ کی تلوار کامیاب رہی اور تلوار کے زور سے آپؐ نے اسلام کو پھیلایا۔

قدیم فقہاء یہ تو مانتے ہیں کہ پہلے حکمت وموعظہ، وعظ ونصیحت اور تبلیغ وتلقین کا حکم تھا۔ کفّار کی طرف سے مخالفت اور تشدّد کا سامنا ہوا تو صبر وحوصلہ جرأت وثبات کی ہدایت آئی۔ مخالفوں کی طرف سے جب تشدّد حد سے بڑھا اور حالات ناقابل برداشت ہوگئے تو اجازت ملی کہ اگر کفّار کی طرف سے جنگ اور حملہ میں پہل ہو تو مسلمان ان کا مقابلہ کریں۔ یہ سب ہدایتیں قرآن کریم میں موجود ہیں بلکہ یہ بھی ذکر ہے کہ کفار نے حملہ میں پہل کی ہے۔ فرمان ہے: وَھُمْ بَدَءُ وْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (التوبۃ:13) کہ حملہ میں پہل انہوں نے کی۔ یہ سب کچھ قدیم فقہاء مانتے ہیں۔ لیکن پھر ان کا کہنا ہے کہ یہ آیات اور ان کے یہ احکام منسوخ ہوچکے ہیں۔ اور اب مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ کفّار کی طرف سے ابتدا ہونے پر تم ان سے لڑنے کے پابند ہو۔ اس لئے کہ قرآن کا فرمان ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ (سورۃالتوبہ:5) (یعنی تم ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو۔)

لیکن قرآن کریم کی یہ تفسیر درست نہیں۔ یہ اُصول تفسیر کے بھی خلاف ہے اور اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی لگا نہیں کھاتی۔ تفسیر کا یہ ایک مسلّمہ اُصول ہے کہ کسی آیت کی تفسیر قرآن کی دوسری متعلقہ آیات کی روشنی میں کی جائے کیونکہ **اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا** کی شکل میں نازل ہوا ہے۔ دوسرا اُصول تفسیر یہ ہے کہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یہ حقیقت مدنظر رہنی چاہئے کہ قرآن کریم میں نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی تضاد۔ نہ کوئی تعارض ہے اور نہ کوئی تقابل بلکہ ہر آیت اپنی اپنی جگہ محکم اور مستقل ہے۔ لیکن جہاد سے متعلقہ آیات کی تفسیر میں ان دونوں اُصولوں کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ (سورۃالتوبہ:5) سورۃ توبہ کی آیت 5 کا ایک حصہ ہے مستقل آیت نہیں کیوں کہ یہ پوری آیت اور اس سے پہلی اور بعد کی متعلقہ آیات یوں ہیں:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍO اِلَّا الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَO فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ **فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ** وَخُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌO وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبْلِغْہُ مَاْمَنَہٗ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَO کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَھْدٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ رَسُوْلِہٖٓ اِلَّا الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَO کَیْفَ وَاِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ وَاَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَO اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَO لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُعْتَدُوْنَO فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَO وَاِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِّنْ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَO اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ اَتَخْشَوْنَھُمْ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (سورۃ التوبہ: 3 تا 13)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں میں حج اکبر کے دن یہ اعلانِ (عام) کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ان مشرکوں سے بری الذمہ ہیں ...... ہاں جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے پھر انہوں نے تم سے کئے ہوئے معاہدہ کو نہیں توڑا اور تمہارے خلاف کسی کی مدد نہیں کی تم ان کے معاہدہ کو مدتِ معاہدہ تک نباہو۔ یقیناً اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں **تو ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کردو** اور ان کو گرفتار کرلو اور ان کا محاصرہ کرلو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کو پکڑنے کے لئے بیٹھو (غرض جس طرح بھی ہوسکے ان کو قابو میں لاؤ) ہاں اگر وہ توبہ کرلیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ کھول دو (ان کو جانے دو، کچھ نہ کہو) اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر ان مشرکوں سے بھی کوئی تجھ سے امان چاہے تو اس کو امان دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ (ٹھکانے) تک پہنچاؤ کیونکہ یہ ایسی قوم ہے جو حقیقت کو نہیں جانتی (اس لئے حقیقت جاننے کا اس کو موقع دیا جائے)۔ یہ (غداری کے عادی) مشرک کس طرح اللہ اور اُس کے رسول سے کئے ہوئے معاہدہ کو نباہ سکتے ہیں (یہ تو پکے معاہدہ شکن ہیں) ہاں وہ (مشرک) جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا (اور انہوں نے وہ معاہدہ نہیں توڑا) پس تم بھی معاہدہ پر قائم رہو جب تک وہ قائم رہتے ہیں۔ اللہ یقیناً متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ باقی اس طرح کے (غدار) مشرکین کو کیسے رعایت دی جاسکتی ہے (جن کا حال یہ ہے کہ وہ ہر معاہدہ شکن ہیں اور) اگر وہ (کسی طرح) تم پر غالب آجائیں تو نہ تمہاری کسی رشتہ داری کی پرواہ کریں اور نہ کسی عہد کی۔ وہ (بڑے غیر ذمہ دار ہیں اور) تم کو اپنے منہ کی باتوں سے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں (دل میں تمہارا بغض بھرا ہے)۔ ان میں سے اکثر عہد وپیمان کو توڑنے والے ہیں (اور بدعہدی کے عادی ہیں) ... اور اگر یہ لوگ (تمہارے سامنے کھائی گئی) اپنی قسموں (اور اپنے معاہدوں) کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعنہ زنی کریں تو ایسے سردارانِ کفر سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے جنگ اس لئے ضروری ہے کہ) شاید وہ باز آجائیں (اپنی شرارتوں سے رُک جائیں)۔ اے مومنو! کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں (اور اپنے معاہدوں کا پاس نہیں کیا) اور اس رسول کو اس کے گھر سے نکالنے کا فیصلہ کیا اور تم سے جنگ چھیڑنے میں پہل کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ایک مضمون پر مبنی ان آیات میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ملتی ہے۔

1۔ یہ آیات ایسے مشرکوں کے بارہ میں ہیں جو ایک ’’خاص تاریخ‘‘ رکھتے ہیں۔ ہر مشرک کے بارہ میں یہ احکام نہیں۔

2۔ ان آیات میں مذکور ایک قسم اُن مشرکوں کی ہے جو ’’خاص جنگی جرائم‘‘ میں ملوث نہیں اور موقع ملنے پر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ امن کے معاہدے کئے اور پھر ان معاہدوں کو نبھایا، دل میں کسی قسم کا کھوٹ نہیں رکھا۔

ایسے مشرکوں کے بارہ میں حکم ہے کہ جب تک وہ اپنے عہدوں اور قسموں پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو۔ اور ان کے آڑے نہ آؤ۔

3۔ ان آیات میں مذکور دوسری قسم ان مشرکوں کی ہے جنہوں نے محض دین میں اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں پر تشدّد کیا۔ انہیں اور ان کے رسول کو گھروں سے نکالا۔ اُن سے جنگ کرنے میں پہل کی۔ پھر اگر مجبور ہو کر امن کے معاہدے کئے تو موقع ملنے پر ان کو توڑ دیا۔ منہ میں کچھ اور دل میں کچھ اور رکھا۔ زبان سے مسلمانوں کو خوش کرنے کی کوشش کی اور دل میں بغض بھرا رہا اور موقع ملنے پر نہ رشتہ داری کا پاس کیا اور نہ معاہدوں اور قسموں کا خیال رکھا۔ غداری اور سینہ زوری ان کا وطیرہ رہا۔ ایسے مشرکوں کے بارہ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جس وقت بھی موقع ملے ان کی طاقت پر کاری ضرب لگاؤ۔ ان کی قوت کو توڑ کر رکھ دو۔ قتل کرنا پڑے تو قتل کرو۔ گرفتار کر سکو تو گرفتار کر لو۔ محاصرہ کر کے ان کا دانہ پانی بند کرنے کی ضرورت ہو تو یہ بھی کرو۔ غرض ہر طرح سے ان کو گھیرے میں لے آؤ۔

اب ان ساری آیات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان میں سے ایک آیت کے اس ٹکڑے کو لے کر اور اس کو آگے پیچھے سے کاٹ کر اس کے یہ معنے کرنا کہ اس میں دنیا بھر کے مشرکوں کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ اور اس نے ان ساری آیات کو منسوخ کر دیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ دین میں جبر نہیں۔ ہر ایک جو دین چاہے رکھے۔ جو چاہے مانے اور جو چاہے انکار کرے۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ مسلمان کافروں کے اعمال سے بری الذّمہ ہیں اور کافر مسلمانوں کے اعمال سے بری الذّمہ ہیں۔ جنگ میں پہل نہ کرو۔ صرف ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ تم مصیطر نہیں ہو۔ غرض اتنی ساری آیات ایک آیت کے ٹکڑے نے منسوخ کر دیں!؟ یہ قرآن کریم کے ساتھ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر اس آیت کا پہلا حصہ یہ ہے کہ جب حرمت والے مہینے (یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔ اگر یہ حکم عام تھا تو پھر اس شرط کی کیا ضرورت تھی۔

پھر اس ٹکڑے کے بعد اس آیت میں یہ بھی ذکر ہے کہ انہیں گرفتار کر لو۔ انہیں محاصرہ میں لے لو۔ اگر قتل کرنے کا حکم عام ہے تو اس کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے کہ انہیں گرفتار کر لو۔ ان کا محاصرہ کر لو۔ کیا قتل کرنے کے بعد گرفتار کرنے یا محاصرہ کرنے کے کچھ معنے رہ جاتے ہیں۔

پھر اس آیت سے پہلی آیات میں اور بعد کی آیات میں یہ ذکر ہے کہ جو مشرک اپنی قسموں پر قائم ہیں، انہوں نے معاہدہ کو نہیں توڑا اُن سے تعرّض نہ کرو۔ اس استثناء کا اس ٹکڑے میں کہاں ذکر ہے اس میں تو یہ حکم ہے کہ مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔

اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر بھی ہے کہ اگر کوئی مشرک اسلام کی تعلیم سمجھنے کے لئے دلچسپی کا اظہار کرے اور پناہ مانگے تو اسے اس کا موقع دیا جائے۔ کیا اس ٹکڑے نے اس آیت کو بھی منسوخ کر دیا ہے؟

غرض اس ساری بحث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم:

الف۔ عام نہیں بلکہ خاص جنگی مجرموں سے متعلق یہ حکم ہے۔

ب۔ اس میں بھی اگر کوئی توبہ کر لے یا اسلام کی تعلیم میں دلچسپی کا اظہار کرے اور اس میں شرارت سے باز رہنے کے آثار نظر آئیں تو ایسے جنگی مجرموں کو رعایت دینے کے بارہ میں بھی سوچا جائے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جن گیارہ شدید ترین معاندین اور جنگی مجرموں کے بارہ میں یہ اعلان کیا کہ وہ جہاں بھی ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ جب ان گیارہ میں سے سات نے ندامت کا اظہار کیا تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے دل سے معاف فرما دیا۔

پھر آیت نمبر 5 کے اس ٹکڑے میں اگر اسے سیاق و سباق سے الگ کر دیا جائے تو علی الاطلاق حکم ہے کہ مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ پس اگر یہ استدلال عام ہے تو پھر فقہاء نے یہ فرق کہاں سے نکال لیا کہ یہ عرب کے مشرکین کے لئے حکم ہے کہ مشرکین کو قتل کی بجائے غلام بھی بنایا جا سکتا ہے، اُن سے جزیہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس حکم میں تو ایسا کوئی استثناء نہیں۔

غرض عقل اور نقل سیاق و سباق، تاریخ اور اُصول تفسیر ہر لحاظ سے اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اس میں ہر مشرک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ صرف غلط ہے بلکہ اسلام کے نام کو بدنام کرنے والا دعویٰ ہے۔

❁……دوسری آیت جس کو یہ فقہاء اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور اُسے ناسخ مانتے ہیں یہ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ (سورة التوبہ:29)

یعنی اُن اہل کتاب سے بھی جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور نہ اُن باتوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ سچے دین کو اختیار کرتے ہیں۔ ہاں اگر وہ (اپنی شکست کو تسلیم کر لیں اور) جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں تو پھر ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اس میں اُن اہل کتاب سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جو اسلام قبول نہیں کرتے اور نہ شکست تسلیم کر کے جزیہ اور خراج ادا کرتے ہیں۔ گویا علی الاطلاق جنگ کرنے کا حکم ہے۔

لیکن فقہاء نے حسبِ عادت نہ اس آیت کے سیاق و سباق کو دیکھا ہے اور نہ قرآن کریم کی دوسری آیات پر غور کیا اور بغیر یہ سوچے اسے عام سمجھ کر اس پر اپنے نظریہ کی بنیاد رکھی۔

اگر ہم اس آیت کے سیاق و سباق کو دیکھیں اور قرآن کریم کی دوسری آیات کو مدِ نظر رکھ کر اس آیت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ تعیین کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہئے کہ اس جگہ مدینہ اور اِرد گرد کے ان اہل کتاب کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں سے معاہدے کر کے ان کو توڑا۔ مسلمانوں کو بار بار دھوکا دیا۔ ان میں باہمی خلفشار اور نقار پھیلانے کی کوشش کی۔ مدینہ پر حملہ کرنے والے کفار کی مدد کی۔ سارے عرب میں پراپیگنڈہ کر کے اور انہیں مشتعل کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اکسایا اور جنگ کا باعث بنے۔ اور معاہدہ ہونے کے باوجود احزاب والوں سے ساز باز کی اور مسلمانوں کی پیٹھ میں چھُرا گھونپنے کی کوشش کی۔ ایسے اہل کتاب کے بارہ میں حکم ہوا کہ انہیں ان کے جرائم کی سزا دی جائے اور ان کی شرارتوں کا قلع قمع کیا جائے۔

ہر حکم کے ساتھ اُس کے سارے اسباب کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ایک جگہ اُصول و اسباب بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر اہل دانش پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ ہر موقع پر ان اسباب واُصول کو مدِ نظر رکھ کر بات سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مذکورہ آیت جنگی احکام کے بیان کے تسلسل میں وارد ہوئی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 28 میں ان مشرکوں کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کی۔ طرح طرح کے جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے اور مسلمانوں کو ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس ضمن میں ان اہل کتاب کا بھی ذکر آیا ہے جن کے جنگی جرائم مشرکین کے جرائم سے کم نہ تھے۔ اس لئے ان سے بھی وہی سلوک روا رکھنے کا ارشاد ہوا جو سلوک مجرم مشرکین سے روا رکھا جا رہا تھا۔

اہل کتاب سے جنگ لڑنے کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر آیا ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان جنگوں کے اسباب کیا تھے۔ مثلاً سورۃ الحشر میں انہی اہل کتاب کے ذکر میں فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ…… ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ……لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۔ (سورة الحشر:3 تا 13)

پھر سورۃ احزاب میں ایسے شریر اہلِ کتاب کا ذکر یوں کیا:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا o (سورة الاحزاب:27)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

وہ خدا جس نے ان (شریر) اہلِ کتاب کو پہلی جنگ میں گھروں سے نکالا (اور جلاوطن کیا)۔…… یہ (سزا ان کو اس لئے ملی اور ایسا) اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت پر (کمر باندھ رکھی تھی اور اس پر) اصرار کرتے رہے۔…… وہ اکٹھے ہو کر تم سے (کھلے میدان میں) کبھی نہیں لڑیں گے بلکہ مضبوط قلعوں میں بیٹھ کر یا فصیل کے پیچھے رہ کر (لڑیں گے) اگرچہ وہ آپس میں خوب بڑیں ہانکتے ہیں (یہاں تک کہ) تو سمجھتا ہے کہ وہ متحد اور اکٹھے ہیں (مگر) ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ ایک بے عقل قوم (کا حصہ) ہیں۔ (سورۃ الحشر:3 تا13)

اور اُس (اللہ) نے ان اہلِ کتاب کو جنہوں نے اُن (حملہ آور مشرکوں) کی مدد کی تھی اپنے قلعوں سے نکلنے پر مجبور کیا اور ان کے دلوں میں رعب داخل کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک حصہ کو قتل کرنا اور ایک حصہ کو گرفتار کر کے قید کرنا تمہارے لئے ممکن (اور آسان) ہو گیا۔ (سورۃ الاحزاب:27)

ظاہر کہ ان آیات میں اُن اہلِ کتاب کا ذکر ہے جن کی مخالفت کی ''ایک لمبی تاریخ'' ہے۔ عام اہلِ کتاب اس سے مراد نہیں بلکہ وہ اہلِ کتاب مراد ہیں جو مسلمانوں کے لئے بار بار خطرہ بنے۔ مسلمانوں پر حملے کئے` ایسے اہلِ کتاب سے جنگ لڑنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر 29 میں بھی اسی حکم کا ذکر ہے نہ کہ ہر اہلِ کتاب پر حملہ آور ہونے کے لئے اکسایا گیا ہے۔

اس بات کی ایک اور دلیل کہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 29 میں ہر اہلِ کتاب حکومت سے جنگ کرنے کا حکم نہیں اور اسلام کسی قسم کی جارحیت یا مذہب میں جبر کا قائل نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے زمانہ میں عیسائی حبشہ کی سلامتی، آزادی اور اس کے تحفظ کا احترام ہے جو اس زمانہ کے مسلمانوں نے ہمیشہ مدِّ نظر رکھا۔ روم اور ایران سے مسلمانوں کی بوجوہ زبردست جنگیں ہوئیں۔ (ان وجوہات کی کچھ تفصیل کا ذکر آگے کیا جائے گا)۔ اور ان کے وسیع علاقے بھی فتح ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے زبردست عروج کے زمانہ میں اپنے قریبی پڑوسی حبشہ کو چھیڑا تک نہیں کیونکہ حبشہ کی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے بھی حبشہ سے اپنے تعلقات استوار اور خوشگوار رکھے۔

اگر یہ بات درست ہوتی کہ غیر مسلم طاقت سے نبرد آزما رہنا اسلام کا اُصول ہے اور اہلِ کتاب سے جنگ لڑنے کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے تو اقتدار کے بعد عیسائی حبشہ اس کا پہلا شکار ہونا چاہئے تھا۔ حبشہ کے لوگوں کو دعوت دی جاتی کہ یا اسلام قبول کرو یا شکست تسلیم کر کے جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ کرو۔ لیکن ان سے کوئی بات بھی نہ ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ جو ملک مسلم حکومت کے ساتھ رہے اسلام اُسے بنظر استحسان دیکھتا ہے اور اُس کی آزادی اور استقلال کا احترام کرتا ہے۔

❁……دارالحرب اور جہاد کے بارہ میں فقہاء اپنے نظریہ کی تائید میں بعض احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے:

''اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔'' (صحیح بخاری کتاب الصلاة باب فضل استقبال القبلة حدیث: 392) کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ مان جائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہاں بھی فقہاء نے اس اُصول کی خلاف ورزی کی ہے کہ جو حدیث قرآنی تصریحات کے خلاف ہے وہ قابلِ تاویل ہے یا قابلِ ردّ ہے۔ یہ نہیں کہ قرآن کو اس حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث کا موقع محل کیا ہے اور اس میں وارد لفظ ''النَّاس'' سے کون لوگ مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ فقہاء بھی یہ مانتے ہیں کہ اگر کافر صلح کا معاہدہ کر لیں یا شکست قبول کر کے جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ کر لیں تو وہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اور ان سے یہ منوانا ضروری نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں یا محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی ''النَّاس'' سے وہی لوگ مراد ہیں جو اپنی مسلسل شرارتوں کی وجہ سے ''جنگی مجرم'' بن چکے ہیں اور انہوں نے محض دین میں اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے، ان کے مال لوٹے، موقع ملا تو ان کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ان کو ان کے گھروں سے نکالا اور پیچھا کر کے ان کے امن وامان کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور جنگ شروع کرنے میں پہل کی۔ اس لئے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ:41) کے اُصول پر عمل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ایسے لوگوں کو تباہ کر دیا جائے سوائے اس کے کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ اور اصلاح کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں۔ گویا مقابلہ میں ان لوگوں پر جبر کرنے کی اجازت دی گئی جنہوں نے جبر کے رویّہ پر اصرار کیا۔

قرآن کریم اور متعدد احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ موقع و محل کے مطابق ''اَلنَّاس'' سے مراد معین اور محدود لوگ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً فرمایا اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ (سورة آل عمران:174) ترجمہ: وہ (مومن) جن کو ''لوگوں'' نے کہا کہ ''لوگ'' تمہارے (مقابلہ کے) لئے جمع ہو رہے ہیں۔

اس جگہ ''لوگوں'' سے مراد مدینہ کے ''افواہ باز منافق'' ہیں اور جمع ہونے والے ''لوگوں'' سے مراد ابوسفیان اور اُس کے ساتھی ہیں۔ پس جس طرح یہاں الف لام ''عہد'' یعنی تعیین کے لئے ہے اسی طرح حدیث

اُمِرتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ میں بھی الف لام عہد خارجی کے لئے ہے اور ''تعیین'' موقع و محل، دوسرے ارشادات اور قرآن کریم کی آیات نے کی ہے۔

......اسی طرح ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے بعد سردارانِ مکہ کی نعشوں کو مخاطب کرکے فرمایا: بِئْسَ عَشِیْرَۃُ النَّبِی کُنْتُم لِنَبِیِّکُمْ کَذَّ بْتُمُوْنِیْ وَ صَدَّ قَنِی "النَّاسُ" وَاَخْرَجْتُمُوْنِیْ وَ آوَانِیْ "النَّاس" وقاتلتمونی و نصرنی "النّاس"۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ435 ذکر رؤیا عاتکۃ بنت عبد المطلب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کہ تم اپنے نبی کے بہت بُرے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسرے ''لوگوں'' نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسرے ''لوگوں'' نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے خلاف جنگ کی اور دوسرے ''لوگوں'' نے میری مدد کی۔

اس حدیث میں تین جگہ ''النَّاس'' کا ذکر آیا ہے اور تینوں جگہ مدینہ کے انصار مراد ہیں۔

پس جس موقع پر ایک بات کہی گئی ہے اُسے نظر انداز کر کے کسی بات کے من مانے معنی لینا محاورہ زبان کے بھی خلاف ہے اور تَاوِیْلُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ کے اُصول کی بھی خلاف ورزی ہے۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار۔

البتہ قرآن کریم کے ان ارشادات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث سے جن میں قتال بالسیف کا حکم دیا گیا ہے یہ استدلال کرنا بالکل بجا اور درست ہوگا کہ آئندہ جب بھی ایسے حالات پیدا ہوں کہ مشرک یا اہلِ کتاب محض دینی اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں پر ظلم ڈھائیں۔ اور ان کو ان کے گھروں سے نکالیں اور ان پر حملہ میں پہل کریں تو اپنے واجب الاطاعت امام کی سرکردگی میں ایسے ظالم لوگوں سے لڑنا اور مذہب کی آزادی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنا مسلمانوں کے لئے واجب اور فرض ہوگا۔

دارالحرب اور جہاد کے متعلق مسلمانوں میں جارحانہ نظریات کے فروغ کی ایک اہم وجہ

دارالحرب اور جہاد کے بارہ میں مسلمانوں کے اندر اس قسم کے جارحانہ نظریات کے فروغ کی ایک اہم وجہ یہ ہوئی کہ تیسری صدی کے مؤرخین نے جو تاریخ مرتب کی اس میں انہوں نے اپنے اسلام کی شاندار کامیابیوں اور کامرانیوں کے جوش میں ''ان اسباب'' کی اچھی طرح چھان بین کرنے کی کوشش نہ کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے عسکری اقدامات کا باعث بنے۔ اس غفلت کی وجہ سے یہ غلط سوچ سارے ماحول پر چھا گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدار حاصل کرتے ہی اطراف و جوانب کے ممالک کو چیلنج دے دیا کہ یا تو اسلام قبول کرو ورنہ تلوار کے ذریعہ میں اپنے مسلک کو منواؤں گا۔

(ماخوذ از الجہاد فی الاسلام از ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ 174 مطبع ادارہ ترجمان القرآن لاہور 2009ء)

حالانکہ اس سوچ کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں تھی کیونکہ قرآن کریم میں یہ تصریح موجود ہے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت ہے جو ان کی مذہبی آزادی سلب کرتے ہیں۔ اس کی تبلیغ نہیں کرنے دیتے۔ تشدّد اور قتل و غارت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں اور حملہ میں پہل کرتے ہیں۔

(سورۃ التوبہ:13، سورۃ الحج:39)

تاریخی حقائق

علاوہ ازیں تاریخی طور پر بھی ثابت ہے کہ کفار مکّہ نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور پھر حملہ میں بھی پہل کی۔ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ بدر، اُحد اور احزاب کی جنگیں اس کی واضح مثال ہیں۔ مدینہ کے یہودیوں نے بھی عناد اور اسلام دشمنی میں شرافت کی ساری حدیں توڑ ڈالیں۔

(الوثائق السیاسیہ صفحہ 59، سیرۃ ابن ھشام جلد 2 صفحہ 106، بخاری جلد5 صفحہ 106، ابن کثیر جلد4 صفحہ 313)

صلح حدیبیہ کے بعد امن کے ماحول میں ملک کے مختلف حصوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی وفد بھیجے جنہیں تاریخ ساز کامیابی ہوئی اور یہ تاثر غلط ثابت ہوا کہ آپ کی تبلیغی کوششیں ناکام اور غیر مؤثر رہیں۔

صلح حدیبیہ کے دنوں میں ہی آپؐ نے اطراف و جوانب کے ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ حبشہ کے بادشاہ نے خط کا شریفانہ جواب دیا۔ مصر کے مقوقس نے بھی سفارتی روابط کا احترام کیا۔ لیکن قیصر اور کسریٰ کا ردِّعمل شدید تھا۔

کسریٰ ایران کو جب خط ملا تو وہ غصہ سے کانپ اُٹھا۔ خط پُرزے پُرزے کر دیا اور یمن میں اپنے نائب کو لکھا کہ عرب کے اس ''نبی'' کو گرفتار کر کے میرے پاس بھجوا دو تا کہ اُسے اس جرأت کی سزا دی جا سکے۔ جیسے عرب کے لوگ کسرائے ایران کی رعایا ہیں اور ان کو گرفتار کرنے اور سزا دینے کا اُسے کُلّی اختیار ہے۔

(تاریخ الرسل والملوک ومن کان فی زمن کل منھم المعروف تاریخ الطبری از امام ابوجعفر بن جریر الطبری جلد 3 صفحہ 143-142 ذکر الاحداث التی کانت فی سنۃ ست من الھجرۃ/ ذکر خروج رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الملوک، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2002ء)

یہ صورت حال اس وجہ سے تھی کہ ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر عرب کو اپنے نفوذ اور اثر کا علاقہ سمجھتے تھے اور وہاں کسی کے آزاد اقتدار کے روادار نہ تھے اس لئے عرب میں اُبھرتی ہوئی تحریک کو وہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

کسریٰ کا جو انداز فکر تھا اس کا مختصر ذکر اوپر کی سطور میں آ گیا ہے۔ قیصر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط لکھا اس کے بارہ میں اُس نے کسریٰ کے بالمقابل بہتر سیاسی سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا۔ لیکن اندر سے وہ بھی آمادۂ پیکار تھا اور موقع کا منتظر تھا (چنانچہ خط کے بارہ میں جب قیصر کے رویہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی جو بظاہر خوش کن تھی تو حضورؐ نے اس پر فرمایا جو کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰہ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ۔

(کتاب الاموال از ابو عبید القاسم بن سلام صفحہ 255 فصل ما بین الغنیمۃ والفیء ومصرف کل منھما، مطبع المکتبہ الاثریۃ)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ از علامہ حافظ شھاب الدین قسطلانی جلد 4 صفحہ 95۔ ثم غزوۃ تبوک، دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

کہ دشمنِ خدا جھوٹ کہتا ہے۔ وہ صلح جُو نہیں ہے۔

چنانچہ اس نے اپنی زیر اثر غسانی ریاستوں کو عرب میں ابھرتی ہوئی اس طاقت کے بارہ میں سخت رویہ اختیار کرنے کا اشارہ دیا اور ان کی پیٹھ ٹھونکی۔

دمشق میں قیصر کا نائب حارث بن ابی شمر تھا۔ اُسے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ملا تو غصّہ میں آپ کا خط زمین پر پھینک دیا اور اس جرأت کی سزا دینے کے لئے مدینہ پر حملہ کی تیاریوں میں لگ گیا۔

"فلما قرأ رمی بہ الارض وقال من ینزع ملکی منی؟ واخذ یعد العدۃ لقتال المسلمین۔"

(فقہ السیرۃ از امام محمد غزالیؒ صفحہ 273 مکاتبۃ الملوک والامراء، مطبوعہ دار الشروق)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ از علامہ حافظ شھاب الدین قسطلانی جلد 5 صفحہ 46۔ وامامکاتبتہ علیہ الصلاۃ والسلام الی الملوک وغیرھم، دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 1 باب ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک یدعوھم الی الاسلام مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

کہ جب اس نے آپؐ کا خط پڑھا تو اسے زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے۔ اور مسلمانوں سے جنگ کی تیاریوں میں لگ گیا۔

بصریٰ جو رومن شہنشاہیت کا غسّانی صوبہ تھا اس کے والی کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفیر الحارث بن عمرو الازدی کے ہاتھ اپنا خط بھیجا۔ راستہ میں شرجیل بن عمرو الغسانی نے سفیر کو پکڑ لیا اور پوچھا وَأَنْتَ مِنْ رُسُلِ مُحَمَّدٍ؟ (تُو محمدؐ کے قاصدوں میں سے ہے) جب جواب ہاں میں ملا تو اس نے سفیر کو قتل کر دیا۔

اپنے غسانی علاقوں میں سے ''معان'' کے علاقہ کے والی فروہ بن عمر والجذامی مسلمان ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ لیکن رومن حکام ان کے مسلمان ہونے پر سخت برہم ہوئے۔ پہلے انہیں ولایت کے عہدہ سے معزول کیا پھر گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ان کی نعش سولی پر لٹکا دی۔ جب انہیں قتل گاہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو انہوں نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا:

بَلِّغْ سَرَاۃَ الْمُسْلِمِیْنَ بِاَنَّنِیْ
سَلْمٌ لِرَبِّی اَعْظُمِیْ وَ مَقَامِی

کہ اے سلسلۂ سَراۃ کے پہاڑو! مسلمانوں کو اطلاع دے دینا کہ میں اپنے جسم و جان اور مقام و مرتبہ سمیت ربّ کے لئے مسلمان ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 861 اسلام فروۃ بن عمرو الجذامی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

یہی حالات اور واقعات تھے جو غزوہ موتہ، تبوک اور یرموک کا باعث بنے۔ تا کہ سفراء کی حرمت اور مذہب کی آزادی کے لئے تحفظ مہیا کیا جائے۔ اور مدنی ریاست کے اِردگرد جو خطرات منڈلا رہے ہیں ان کا سدِّ باب ہو سکے۔

فارس میں بھی پہل ایرانیوں کی طرف سے ہوئی چونکہ مسلمان مظلوم تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حسبِ وعدہ مسلمانوں کو کامیابی بخشی۔ پھر جنگوں کا ایک تسلسل قائم ہوگیا کیونکہ ایرانی اور رومی اپنے اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے کے لئے حملہ آور ہوتے اور مسلمان دفاع کرتے اور اس طرح مزید علاقے فتح کرتے جاتے۔ ایسے ہی حالات میں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فرمایا:

کاش! ہمارے اور ان دشمن ملکوں (ایران اور روم) کے درمیان آگ کی ایک دیوار حائل ہو جائے جس کی وجہ سے وہ ہمارے لئے خطرہ کا باعث نہ رہیں اور ہم مطمئن ہو کر اپنے علاقہ کی بہبود کی طرف توجہ دے سکیں۔

(الفاروقؓ از علامہ شبلی نعمانی صفحہ 141 مطبع ادارہ اسلامیات پبلشرز لاہور 2004ء)

کیا یہ تمنا جارحیت اور بزور اسلام کو پھیلانے کی دلیل ہے یا پُرامن حالات میسر آنے کی خواہش۔ بہرحال اگر یہ واقعات تاریخوں میں درج نہ بھی ہوتے تب بھی قرآن کریم کی آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلام دین و مذہب کے بارہ میں جبر کا قائل نہیں۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ جس مذہبی آزادی اور اس کی تبلیغ کا مطالبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مکی زندگی میں کرتے رہے اور اس کے لئے بڑے بڑے ظلم سہے۔ وطن سے بے وطن ہوئے۔ لیکن جب مدینہ میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اقتدار ملا تو معاملہ سراسر اُلٹ گیا۔ اور آپؐ نے یہ اعلان عام کر دیا کہ اب مذہب میں آزادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین و مذہب کو باقی رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کسی اور مذہب کی تبلیغ کی اجازت تو الگ رہی اس کے بقا کی بھی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

قرآن کریم کی آیات، تاریخ کے واقعات، مکّی زندگی میں آپؐ کے بنیادی مطالبات کی موجودگی میں مولانا مودودی کے اس بیان کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے کہ:۔

''جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی اور شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اُصول اور مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پارٹی کے لیڈر ہوئے تو انہوں نے روم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومتوں پر حملہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حملہ کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچا دیا۔''

صلح حدیبیہ کے بعد کا زمانہ اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ یہ زمانہ اسلام کی پُرامن تبلیغ کے لئے اتنا سازگار رہا کہ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچ گئی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے ساتھ کل چودہ سو صحابہ تھے۔ دو سال بعد فتح مکہ کے وقت آپ کی معیت میں دس ہزار قدوسی تھے۔ اس کے دو سال بعد آپ جب حج کرنے گئے تو ایک لاکھ سے زائد لوگ جمع تھے۔ کیا یہ آثار تبلیغ کی ناکامی اور اس کے غیر مؤثر ہونے کے ہیں؟

اے ہداک اللہ چہ بدفہمیدۂ

بنو مصطلق پر حملہ کے واقعہ سے فقہاء کا غلط استدلال

اس مضمون میں فقہاء کے اس مسلک کا ذکر گزر چکا ہے کہ غیر مسلموں پر حملہ سے پہلے اُنہیں اسلام کی دعوت دینا ضروری نہیں، اچانک حملہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس مسلک کی دلیل میں بنو مصطلق پر حملہ کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ حملہ بنو مصطلق کی بے خبری کی حالت میں کیا گیا تھا۔ حالانکہ اگر ہماری نظر کے سامنے اُصول ہوں، تاریخ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جاریہ ہو تو ایسے استدلال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بنو مصطلق پر حملہ کا واقعہ اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے جب کہ عرب کے مختلف قبائل کے مرکزِ اسلام مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا مسلسل خطرہ رہتا تھا۔ اسی خطرہ کے پیش نظر آپ نے اپنے جاسوسوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ مختلف قبائل کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھیں۔ اسی سلسلہ میں آپ کو اطلاع ملی کہ بنو مصطلق کے ارادے اچھے نہیں لگتے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخوں میں لکھا ہے:

" فان الانباء اتت الرسول ﷺ بان ھذہ القبیلۃ تجمع لہ وتستعد لقتالہ و ان سیدھا الحارث بن ابی ضرار قد استمکن عدتہ لھذا المسیر۔"

(فقہ السیرۃ از امام محمد غزالیؒ صفحہ 218-217 دومۃ الجندل، مطبوعہ دار الشروق)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 670 غزوہ بنی مصطلق با لمر یسیع...... مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جنگی حکمتِ عملی یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے دشمن کو تیاری کا موقع نہ دیا جائے اور بے خبری میں ان کو قابو کر لیا جائے تا کہ زیادہ خون ریزی سے بچا جا سکے۔ یہ جنگی حکمتِ عملی بنو مصطلق پر حملہ کرنے میں بھی اختیار کی جسے راویوں نے ''وَھُمْ غَارُوْنَ'' کے الفاظ میں ادا کیا۔

فتح مکہ کے موقع پر بھی اسی حکمتِ عملی سے کام لیا گیا اوراس سفرکواخفاء میں رکھا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

”وکان المسلمون علی خطتهم المرسومة يبثون العيون حولهم حتی يأخذوا قريشًا علی غِرّة۔“

(فقه السيرة از امام محمد غزالی صفحه290 الفتح الاعظم/ تعمية اخبار الجيش،مطبوعه دار الشروق)

یعنی مسلمانوں نے حسب دستور اس حملہ میں بھی اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے کہ اِردگرد کے ماحول پر نظر رکھیں اور مقصد یہ تھا کہ وہ قریش کی بے خبری میں ان کو جا قابو کریں۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ مکّہ پر حملہ کرنے کا کوئی سبب نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک ان کو جالیا تھا؟

جیسا کہ اہل دانش جانتے ہیں بعض اوقات کسی ’’حربی اقدام‘‘ کے سبب کا علم جنگی مصالح کی وجہ سے صرف قائدِ لشکر کو ہوتا ہے۔ عام فوجی اس سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے کوئی راوی سمجھ سکتا ہے کہ حملہ بلاسبب کیا گیا ہے حالانکہ سبب موجود ہوتا ہے صرف راوی اس سے بے خبر ہوتا ہے۔ جنگ کا عام اُصول جس کی پابندی کی ہر فوجی کو ہدایت تھی اس کو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی جگہ واضح کیا ہے جن میں سے آپ کا وہ فرمان بھی ہے جو حضرت معاذؓ کو ایک مہم پر بھیجتے ہوئے بیان فرمایا:۔

”لاتقاتلوهم حتی تدعوهم فان اَبَوا فلا تقاتلوهم حتی يبدؤُوْكم فان بدؤوكم فلا تقاتلوهم حتی يقتلوا منكم قتيلًا ثم اروهم ذالک القتيل و قولوا لهم هل الی خيرٍ من هذا سبيل؟ فلأن يهدی اللّٰه تعالٰی علی يديک خيرٌ لک مما طلعت عليه الشمس و غربت ۔“

(المبسوط از امام ابوبكر محمد بن ابی سهل سرخسی جلد اول صفحه1212 كتاب السير باب معاملة الجيش مع الكفار،بيت الافكار الدولية، اردن 2009ء)

یعنی دشمن جو مقابل پر آیا ہے سب سے پہلے اسے دعوتِ اسلام دو۔ اگر وہ انکار کرے تو بھی حملہ میں پہل نہ کرو۔ اور اگر وہ پہل کرے تو بھی آگے نہ بڑھو۔ جب وہ آگے بڑھ کر تمہارا کوئی آدمی مار ڈالیں تو ان کو یہ شہید دکھاؤ اور کہو کچھ سوچو کیا تم اس سے بہتر طرزِ عمل اختیار نہیں کرسکتے۔ اگر وہ پھر بھی نہ سمجھیں تو اس وقت ان کے حملہ کا بھرپور جواب دو۔ یہ تدریج اس لئے ضروری ہے کہ تیرے ذریعہ کوئی ہدایت پا جائے تو یہ تیرے لئے ساری دنیا سے بہتر ہے جس پر صبح وشام سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

غیر مسلموں کے اموال کے مباح الاخذ ہونے کے متعلق فقہاء کے خیال کا ردّ

۞......فقہاء کا یہ نظریہ کہ غیر مسلم ممالک کے باشندوں کے اموال مباح الاخذ ہیں۔ مسلمان جس طرح چاہیں اور جس طرح ان کا بس چلے وہ ان اموال پر قبضہ کرسکتے ہیں قطعاً درست نہیں۔ قرآنی دستورِ عام بھی اس کے خلاف ہے اور واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ پس دورانِ جنگ کے حربی قوانین کو عام قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

1۔ سینکڑوں واقعات تاریخوں میں بیان ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کفّار کے اموال پوری دیانتداری کے ساتھ ان کے مالکوں تک پہنچائے گئے۔ ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو باوجود خطرناک حالات کے اسی لئے پیچھے چھوڑا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی امانتیں ان کے اصل مالکوں تک پہنچا سکیں۔ حالانکہ ان مخالف حالات میں عام اخلاق کا انسان سمجھتا ہے کہ دشمن کے آدمیوں کا مال ہے اسے ان تک کیوں پہنچایا جائے۔

2۔ جنگِ خیبر کے موقع پر یہودیوں کا ایک چرواہا مسلمان ہوگیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے عرض کیا کہ ان سینکڑوں بکریوں کا کیا کروں جو میری تحویل میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کے قلعہ کی طرف ان کو ہانک دو حسبِ عادت یہ خود بخود قلعہ کے اندر چلی جائیں گی۔ (السيرة النبويةاز اسماعيل بن كثير جزء 3صفحه 361سنة سبع من الهجرة/ غزوة خيبر فی اولها،مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت)

حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب کہ آپؐ خیبر کے یہودیوں سے لڑ رہے تھے اور دشمن کے مال پر بآسانی قابض ہوسکتے تھے۔

3۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جنگِ بدر میں بھی وہ قید ہوئے اور فدیہ دے کر رہائی پائی۔ ایک دفعہ وہ حسبِ دستور مکہ والوں کا مال لے کر بغرضِ تجارت شام گئے۔ واپسی پر مسلمانوں کے فوجی دستہ کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ان کو رہا کردیا گیا اور ان کا سارا مال بھی ان کو واپس مل گیا۔ مسلمانوں کے اس سلوک کو دیکھ کر انہوں نے اسلام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس پر ان کے بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ یہ مکّہ کے کافروں کا مال ہے آپ اس پر قبضہ کرلیں اور مدینہ میں ہی رہیں۔ اس پر ابوالعاص نے کہا بِئْسَ مَا اَبْدَءُ بِهٖ اِسْلَامِی اَنْ اَخُوْنَ اَمَانَتِیْ کہ مَیں اسلام کا آغاز خیانت سے کروں، اس سے زیادہ برا کام کیا ہوگا۔ چنانچہ آپ مکہ گئے۔ لوگوں کا پائی پائی مال واپس کیا اور پھر مکہ والوں سے پوچھا کہ ان کا کوئی مال ان کے ذمہ رہ گیا ہے؟ مکہ والوں نے جواب دیا۔ انہوں نے سب کچھ وصول کرلیا ہے فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا فَقَدْ وَجَدْنَاکَ وَفِیًّا کَرِیْمًا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ہم نے آپ کو پوری طرح وفا کرنے والا حق ادا کرنے والا اور شریف مرد پایا ہے۔ اس پر ابوالعاص نے کہا تو سنو فَاَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اس کے بعد آپ مدینہ آگئے۔

(السيرة النبوية لابن هشام صفحه448-447اسلام ابی العاص بن الربيع ،مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2001ء)

حالانکہ مکہ والے حربی دشمن تھے، برسرِ پیکار تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ان کے مال پر بڑی آسانی کے ساتھ قبضہ کرسکتے تھے۔

4۔ مغیرہ بن شعبہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کاروباری سرگرمیوں کے لئے وطن سے نکلے۔ راستہ میں ان کی نیت خراب ہوگئی اور موقع پا کر انہوں نے اپنے سارے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور ان کا مال متاع لے کر وہاں سے بھاگ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ پھر یہ سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور عرض کیا کہ اس مال سے خمس (حکومت کا حصہ) آپ قبول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا اسلام کی قبولیت کا معاملہ تو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اَمَّا مَالُکَ فَمَالُ غَدَرٍ فَلَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ۔ یعنی رہا مال تو یہ مال غداری اور دھوکہ سے حاصل ہوا ہے اس لئے اس میں سے کچھ لینا ہمارے لئے کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔

غرض اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں جن کا تعلق میدان جنگ سے نہ ہو اسلام کے نزدیک غیر مسلموں کے اموال محفوظ اور مصئون ہیں اور ان کو اسی طرح کا قانونی تحفظ حاصل ہے جس طرح ایک عام شہری مسلمان کے اموال کو حاصل ہے۔

(باقی آئندہ)

۞۞۞۞۞

حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموسِ مبارکہ کے دفاع میں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ

حالیہ خطباتِ جمعہ سن کر

دفعتاً غم سے یہ دل چیخ اُٹھا صلِّ علیٰ
اب تو ہر زخم سے اُٹھتی ہے صدا صلِّ علیٰ

وہ جسے بھیجتے جاتے ہیں ملائک بھی درود
وہ کہ جس کے لیے کہتا ہے خدا صلِّ علیٰ

ہم کو اُسلوبِ محبت یوں سکھاتا ہے کوئی
جس کے پڑھنے پہ کروڑوں نے پڑھا صلِّ علیٰ

آخریں کے لیے اِس میں بَرَکت ہی بَرَکت
اوّلیں سے ہے ملانے کی دعا صلِّ علیٰ

ایک ہی شخص ہو جب عاشق و معشوق تو پھر
ذکرِ مولا سے کریں کیسے جدا صلِّ علیٰ

خود ہی ناموسِ محمدؐ کا محافظ ہے خدا
یہ تو اپنی ہے حفاظت کی قبا صلِّ علیٰ

رُخِ زیبا کی طرف تیر چلے ہیں پھر سے
دستِ طلحہؓ کی طرح ہاتھ بڑھا صلِّ علیٰ

دار پر کھینچا گیا جب کلِمے کی خاطر
ذرّے ذرّے نے کہا صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ

پھر کھُلا مجھ پہ کہ ہر درد میں پنہاں ہے دوا
بن گئی جونہی مری آہ و بکا، صلِّ علیٰ

اے زمانے یہ تری نبض رُکی جاتی ہے
جاں بلب! تیرے لیے ایک شفا صلِّ علیٰ

عصرِ دوراں! تری ہر مَے کے ہے نشّے کو فنا
اپنے ہونٹوں سے لگا جامِ بقا صلِّ علیٰ

اپنے اعمال کا محور رہے اسوۂ رسول
اور زباں کہتی رہے یونہی سدا صلِّ علیٰ

وجہِ تخلیق کا مخلوق پہ احسانِ عظیم
ذرّے ذرّے سے اُٹھے کیوں نہ صدا صلِّ علیٰ

(فاروق محمود۔(لندن))

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یاذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

مکرم مہر مختار احمد سرگانہ صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 25 نومبر 2009ء میں مکرمہ ر۔ اختر صاحبہ کے قلم سے اُن کے والد محترم مہر مختار احمد سرگانہ صاحب آف باگڑسرگانہ ضلع خانیوال کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

محترم مہر مختار احمد سرگانہ 1937ء یا 1938ء میں باگڑسرگانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت مہر محمد اعظم صاحبؓ نے 1902ء میں ایک خواب کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی توفیق پائی تھی۔ آپ اُن کے بڑے بیٹے محترم مہر محمد یار صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کے والد پکے احمدی تھے، تعلیم یافتہ اور علاقہ کے نمبردار تھے اس لئے دنیاداری کے جھمیلوں میں زیادہ مصروف رہتے۔ البتہ گھر میں دینی اور علمی ماحول تھا۔ والدہ بھی مخلص احمدی اور بہت پرہیزگار خاتون تھیں۔

محترم مہر مختار احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ سکول سرائے سدھو سے میٹرک کیا۔ پھر گورنمنٹ اسلامیہ کالج بہاولپور سے انٹر کیا اور فیصل آباد سے باقی تعلیم مکمل کی۔

طبیعت میں نفاست تھی، ہر چیز میں اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ لیکن مزاج میں قناعت اور سادگی ہونے کی وجہ سے راضی برضا رہتے۔ آپ بہت پُرعزم اور باحوصلہ انسان تھے۔ جس کام کے کرنے کا ارادہ باندھ لیتے اس کو کرنے کے لئے دعا اور کوشش انتہا تک پہنچا دیتے۔ بہت نڈر اور بیباک احمدی تھے۔ ایک زبردست داعی الی اللہ تھے جس کی وجہ سے خاندان کے لوگ بھی ہر قسم کی تکلیف پہنچاتے۔ چنانچہ مجبوراً آپ نے اپنا مکان بیچ دیا اور اپنی زمینوں پر آ بسے لیکن یہاں بھی ان لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو آپ نے اونے پونے زمینیں بیچیں اور ربوہ ہجرت کر گئے۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارے حالات بیان کئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ ''آپ واپس چلے جائیں۔ میدان خالی نہیں چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔'' چنانچہ آپ بے سروسامانی کے عالم میں واپس آ گئے۔ کچھ دن اپنے برادرنسبتی کے ہاں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور تھوڑی سی زمین اسی جگہ مل گئی جہاں پہلے رہائش تھی۔ اس میں مکان تعمیر کرکے رہائش اختیار کرلی۔ لیکن معاشی حالات بہت خراب تھے۔ کاروبار کرنے کی کوشش کی مگر ناتجربہ کاری اور مخالفت کی بِنا پر ناکام ہوگئے۔ تاہم آپ نے تبلیغ جاری رکھی۔ ایسے میں آپ کے ایک چچا نے لالچ دیا کہ اگر آپ احمدیت چھوڑ دیں تو نہ صرف مکان آپ کو واپس دیدیں گے بلکہ خاندان کے لوگ کئی بیگھے زمین بھی آپ کے نام کردیں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ زمین خدا کی ملکیت ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب سے بڑھ کر مجھے دے سکتا ہے۔

آپ کی بہت خواہش تھی کہ کسی طرح مسجد تعمیر ہو جائے۔ آمد کا کوئی بڑا ذریعہ تو تھا نہیں۔ کچھ زمین بیچ کر کسی نہ کسی طرح مسجد کا ایک کمرہ تعمیر کرلیا اور اس خوشی میں پھر دعوت کا انتظام بھی کیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے خواب دیکھا کہ ایک شدید مخالف شخص کہتا ہے کہ مسجد تو تم نے بنالی ہے اب اسے گرتے بھی دیکھنا۔ یہ خواب چند دن بعد ہی اُس وقت پوری ہوگئی جب ایک جمعہ کے روز دو اڑہائی سو افراد نے حملہ کرکے مسجد کو منہدم کردیا۔ آپ پر بھی اینٹیں برسائیں اور پوچھتے رہے کہ اب کہاں ہے تمہارا خدا۔ آپ یہ سن کر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھادیتے تو مخالفین قہقہے لگاتے۔ پھر وہ ملبہ پر پٹرول چھڑک کر آگ لگاکر چلے گئے۔ جلوس کے جانے کے بعد صحن میں کپڑے بچھاکر آپ نے عصر کی نماز پڑھانی شروع ہی کی تھی کہ یکا یک بادل آگئے اور بارش شروع ہوگئی۔ تیز بارش میں بھی نماز جاری رہی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو آگ بجھ چکی تھی۔ بچاکھچا سامان آپ نے اپنے بیٹوں اور ایک غیر از جماعت کے ساتھ مل کر باہر نکالا۔ اس کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کروائیں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو اطلاع دینے کے لئے ربوہ روانہ ہوگئے۔ اگلے روز کے جنگ اخبار کے علاوہ BBC نے بھی یہ خبر نشر کی۔

محترم مہر صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور قابل انسان تھے۔ دینی اور دنیوی دونوں قسم کے علوم سے دلچسپی تھی۔ سیاست، تاریخ، قانون وغیرہ پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ پھر زمینوں، زراعت وغیرہ کے بارہ میں بھی بہت کچھ جانتے تھے۔ طب سے خاص شغف تھا اور طب یونانی، ہومیوپیتھک، ایلوپیتھک ہر قسم کی کتابیں ان کے پاس تھیں۔ شاعر بھی تھے۔

آپ کی ایک خوبی خدمت خلق تھی۔ بہت غریب پرور اور ہمدرد انسان تھے۔ رات کو بھی کسی نے بلایا تو چارپائی سے اٹھ کر چل دیتے۔ آپ کی وفات پر کئی غریب لوگ روتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو ہمارا باپ تھا۔ جن لوگوں نے آپ پر ظلم کئے تھے وہ بھی مجبور ہوکر کبھی آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں اُن کے ظلم یاد کروانے کی بجائے خلوص نیت سے ان کی مدد کی۔ ہمیشہ مظلوم کے حق کے لئے آواز اٹھائی۔ آپ کے ایک بھائی نے کسی غیرآدمی کو زمین بیچی لیکن رقم لے کر بھی قبضہ نہیں دیا تو آپ نے قانونی چارہ جوئی کرکے اُس کی زمین دلوائی۔ بھائی شدید ناراض رہا لیکن آپ سمجھاتے رہے کہ مَیں نے تو آپ کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ چند روپوں کے لئے آپ خدا کے قہر کو آواز دے رہے تھے۔ اس زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے جس کے لئے آپ اپنی آخرت تباہ کررہے تھے۔

آپ نے بےشمار فلاحی کام کئے۔ قصبہ سے باہر اپنی بستی کی بنیاد رکھنے کے بعد غریب لوگوں کو معمولی قیمت پر وہاں جگہ دیں تاکہ وہ مکان بنالیں۔ آپ نے ایک ڈسپنسری بھی کھولی ہوئی تھی جہاں سے ہر غریب ضرورتمند کو مفت دوا ملتی۔ بستی میں بجلی لگوائی۔ قریبی نہر پر پُل بنوایا۔ پکی گلیوں اور نالیوں کی منظوری بھی لی۔ گیس اور ٹیلیفون کی منظوری بھی لے لی تھی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

آپ کی خوابیں اکثر پوری ہوتیں۔ خلافت ثالثہ میں بھی ایک خواب میں آپ نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فوت ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ پر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفہ بنے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور خوابیں بھی پوری ہوئیں۔ چاند پر اترنے والے پہلے شخص نیل آرم سٹرانگ کا نام بھی آپ کو اُس کے چاند پر اترنے سے ایک سال قبل بتادیا گیا تھا۔

آپ کا اپنے بچوں سے بہت دوستانہ تعلق تھا۔ بیوی سے ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کیا۔ کسی سے کوئی نقصان بھی ہوجاتا تو کبھی ناراض نہ ہوتے۔

آپ کی ایک نمایاں خوبی نظام کی اطاعت تھی۔ خلافت سے گہری محبت تھی۔ مربیان اور دیگر جماعتی عہدیداران کا بہت احترام کرتے۔ آپ لمبا عرصہ ناظم انصاراللہ ضلع، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور قاضی رہے۔ وفات کے وقت سیکرٹری امور عامہ ضلع تھے۔ مسجد کے انہدام کے بعد اپنے گھر میں نماز باجماعت کا اہتمام کرتے رہے۔ دوبارہ تعمیر کی شدید خواہش تھی مگر معاشی حالات اجازت نہ دیتے۔ آپ کی وفات کے ایک ہفتے بعد اس مسجد کی دوبارہ تعمیر کی منظوری ملی۔

آپ کی وفات پر جنازہ ربوہ لایا گیا جہاں تدفین عمل میں آئی۔ لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور جنازہ سے قبل یہ کوائف بیان کئے گئے:

مکرم مہر مختار احمد سرگانہ صاحب (آف باگڑسرگانہ ضلع خانیوال) 27،28 جولائی 2004ء کی درمیانی شب بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ مرحوم ایک نہایت مخلص احمدی کارکن تھے۔ جماعت سے ساری زندگی وفا اور اخلاص کا تعلق رکھا۔ مختلف حیثیتوں سے لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے رہے۔ زیرک، معاملہ فہم اور اپنے علاقہ میں اچھا اثرورسوخ رکھنے والے ہمدرد انسان تھے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17/نومبر 2009ء میں شامل اشاعت مکرم مبارک احمد ظفرؔ صاحب کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

ایسا سُر ایسی تال ہوجائے
فرشِ دل پہ دھمال ہوجائے
رنگ جائے جو رنگِ جاناں میں
آپ اپنی مثال ہوجائے
شکر تیرا تری امان میں ہیں
ورنہ جینا محال ہوجائے

ذائقے کے دلچسپ پہلو

ماہنامہ ''مصباح'' ربوہ دسمبر 2009ء میں ذائقہ کے دلچسپ پہلوؤں کے حوالہ سے ایک مضمون ''احمدی جنتری 2006ء'' سے منقول ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کھانے کے مزے کا اندازہ زبان سے ہوتا ہے لیکن ایک امریکی حیاتیاتی نفسیات دان خاتون کا کہنا ہے کہ ہماری زبان محض چند بنیادی ذائقوں کی نشاندہی کرتی ہے جبکہ کھانے کی خوشبو مختلف مزوں کو محسوس کرتی ہے۔

جب ذائقے کا سوال آتا ہے تو وہاں آپ کی زبان نہیں بلکہ ناک کام کرتی ہے۔ دراصل خوشبو ہی ذائقے کی آئینہ دار ہے۔ مثلاً آپ آنکھیں بند کرکے ناک کو بھی مضبوطی سے بند کرلیں۔ پھر ایک چمچہ آئس کریم منہ کے اندر رکھیں، آپ یہ نہیں بتاپائیں گے کہ اس کا ذائقہ کیا ہے اسٹرابری، ونیلا یا آم۔ لیکن ناک کھولتے ہی ذائقہ سمجھ میں آجائے گا۔ اسی لئے جب نزلے کے باعث آپ کی ناک بند ہوجاتی ہے تو کھانے کا ذائقہ جاتا رہتا ہے۔ سونگھنے کے عمل کے بغیر ہماری زبان صرف کھٹے، میٹھے، نمکین اور کڑوے میں تمیز کرسکتی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ خوراک کے ہمارے ہونٹوں کے درمیان سے گزرنے سے قبل ہی ہم اس کے ذائقے کا مزہ لینے لگتے ہیں۔ ہمارے منہ میں خوراک کے پہنچ جانے کے بعد وہاں سے ہوا نکل کر ناک کی نالی کے پاس پہنچ جاتی ہے اور ذائقے کے متعلق مزید معلومات مہیا کرتی ہے۔

1901ء میں ایک جرمن ڈاکٹر کا نظریاتی کتابچہ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے زبان کا نقشہ بھی بنایا تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ چار بنیادی ذائقوں کو زبان کے چار مختلف حصوں میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ یعنی میٹھا، کھٹا، کڑوا اور نمکین۔ لیکن موجودہ دور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زبان کے بعض حصے جیسے نوک نمکین اور میٹھے کے لئے زیادہ حساس ہوسکتے ہیں لیکن ذائقے کی حس یالذّت پوری زبان سے پیدا ہوتی ہے۔ البتہ زبان کا وسطی حصہ ذائقہ کے لئے سب سے کم حساس ہے۔ اگر شکر کا ٹکڑا وہاں رکھ دیں تو کوئی ذائقہ محسوس نہیں ہوگا۔ اسی طرح تیز مرچیں کھانے والے وہ ہوتے ہیں جو اس کی عادت اپنی زبان کو ڈال لیتے ہیں۔ مرچ کی تیزی کا احساس ذائقہ محسوس کرنے والے غدودوں سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ درد محسوس کرنے والے غدودوں سے ہوتا ہے جو ذائقے کے غدودوں کے قریب ہی واقع ہیں۔

اسی طرح جب مرچوں سے منہ جلنے لگے تو پھر کسی چیز کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرچوں سے پیدا ہونے والا درد ذائقے کی لہروں کے راستوں کو بند کردیتا ہے اور وہ آگے نہیں گزر پاتیں۔ اسی طرح جو بہت دیر سے کوئی کھانا پکارہا ہو، وہ اس کا ذائقہ نہیں بتا پاتا۔ کیونکہ اُس کا جسم کھانے کے اندر سے نکلنے والی خوشبو کو دیر تک سونگھنے کے باعث اس کا عادی ہوجاتا ہے اور وہ ذائقہ معلوم نہیں کرسکتا۔

اسی طرح کھانے کی بناوٹ اور اس کا درجہ حرارت بھی ہماری ذائقہ کی حس پر اثرانداز ہوتا ہے۔ مثلاً چاکلیٹ یا آئس کریم جو ہمارے منہ میں جاکر پگھل جاتے ہیں اور ایک نیا ذائقہ مہیا کرتے ہیں۔

ماہنامہ ''انصاراللہ'' ربوہ اکتوبر 2009ء میں شامل اشاعت مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی ایک نعت سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہر درد کا درماں ہے محمدؐ کی گلی میں
ہر خار گلستاں ہے محمدؐ کی گلی میں
دنیا کی نظر میں نہیں جس کی کوئی وقعت
وہ یوسف کنعاں ہے محمدؐ کی گلی میں
دیوار سے لگ لگ کے جو روتا رہا تنہا
محفل کی وہی جان ہے محمدؐ کی گلی میں
کچھ کھیل نہیں وصل خدا اے دل ناداں
یہ کام پر آساں ہے محمدؐ کی گلی میں
عرشی کی کچھ اوقات اگر ہے تو بس اتنی
اِک عاشق گریاں ہے محمدؐ کی گلی میں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
16th November 2012 – 22nd November 2012

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 16th November 2012

00:00 MTA World News
00:10 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an: An educational programme presented by Qari Muhammad Aashiq.
01:05 Huzoor's Tours: Tour of Burkina Faso
02:20 Japanese Service
02:40 Pakistan National Assembly
03:15 Tarjamatul Qur'an Class
04:05 MTA Variety
04:55 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 15th July 1998
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
06:45 Huzoor's Tours: Tour of Burkina Faso
07:45 Siraiki Service
08:20 Rah-e-Huda
09:55 Indonesian Service
10:55 Fiq'ahi Masa'il
11:30 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
12:00 Seerat-un-Nabi (saw): an Urdu programme on the topic of kindness towards God's creations.
13:00 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V.
14:15 Yassarnal Qur'an [R]
14:30 Bengali Reply to Allegations
15:40 Khilafat-e-Ahmadiyya Sal ba Sal
16:20 Friday Sermon [R]
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA World News
18:20 Huzoor's Tours: Burkina Faso [R]
19:20 Real Talk: An English discussion programme
20:25 Fiq'ahi Masa'il [R]
21:00 Friday Sermon [R]
22:15 Rah-e-Huda [R]

Saturday 17th November 2012

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
00:30 Yassarnal Qur'an
00:50 Huzoor's Tours: tour of Burkina Faso
02:00 Friday Sermon: recorded on 16th November 2012
03:15 Rah-e-Huda: An interactive talk show answering questions about beliefs of Ahmadiyya Muslim Community.
05:00 Liqa Ma'al Arab: recorded on 16th July 1998
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:20 Al-Tarteel
06:50 Jalsa Salana Qadian 2011: Hadhrat Khalifatul Masih V address on the occasion of Jalsa Salana.
07:50 International Jama'at News
08:25 Question and Answer Session
09:45 Indonesian Service
10:45 Friday Sermon: Recorded on 16th November 12
12:00 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
12:10 Story Time
12:25 Al Tarteel [R]
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: A poem request programme
14:00 Bangla Shomprochar
15:10 Spotlight: Discussion programme on Muharram
15:45 Dars-e-Malfoozat [R]
16:00 Live Rah-e-Huda: a live interactive talk show answering questions about beliefs of Ahmadiyya Muslim Community.
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 MTA World News
18:20 Jalsa Salana Qadian 2011[R]
19:20 Faith Matters
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda [R]
22:30 Story Time [R]
22:45 Friday Sermon [R]

Sunday 18th November 2012

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:45 Al-Tarteel
01:15 Jalsa Salana Qadian 2011 [R]
02:20 Story Time [R]
03:00 Friday Sermon [R]
04:05 Spotlight [R]
04:50 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 21st July 1998
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
06:50 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal
07:55 Faith Matters
09:00 Question and Answer Session: recorded on 24th June 1996.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon, delivered on 16th March 2012.
12:10 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30 Yassarnal Qur'an
13:00 Friday Sermon [R]
14:10 Bengali Reply to Allegations
15:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
16:25 MTA Variety: Discussion of Muharram
17:00 Kids Time
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 MTA World News
18:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
19:30 Beacon of Truth: English discussion programme
20:40 Discover Alaska: An English documentary
21:10 MTA Variety
22:00 Friday Sermon: Recorded on 16th November 12
23:10 Question and Answer Session [R]

Monday 19th November 2012

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an
01:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
02:05 Discover Alaska: An English documentary
02:30 Friday Sermon: Recorded on 16th November 12
03:45 Real Talk: English discussion programme
04:55 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 22nd July 1998
06:00 Tilawat & Dars Seerat-un-Nabi (saw)
06:30 Al-Tarteel
07:00 Huzoor's Tours: Tour of Benin
08:00 International Jama'at News
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: French Mulaqat. Recorded on 7th March 1999.
10:00 Indonesian Service: Indonesian translation of Friday sermon delivered on 24th August 2012.
11:15 MTA Variety
11:50 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
12:05 Al-Tarteel
12:40 Friday Sermon: Recorded on 19th January 2007
13:45 Bangla Shomprochar
14:45 MTA Variety [R]
15:45 Rah-e-Huda
17:20 Al-Tarteel
18:00 MTA World News
18:20 Huzoor's Tours: Benin [R]
19:15 Real Talk
20:30 Rah-e-Huda [R]
22:05 Friday Sermon [R]
23:20 MTA Variety [R]

Tuesday 20th November 2012

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
00:35 Insight
00:55 Al-Tarteel
01:20 Huzoor's Tours: Tour of Benin
02:00 Kids Time
02:30 Friday Sermon: Recorded on 19th January 2007
03:35 MTA Variety [R]
04:20 Kasre Saleeb
04:55 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 23rd July 1998.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
07:00 Jalsa Salana Qadian 2011: Hadhrat Khalifatul Masih V address on the occasion of Jalsa Salana.
08:00 Insight: recent news in the field of science
08:25 Australia: Macadamia Nuts
09:00 Qustion and Answer Session: recorded on 24th June 1996 Part 2.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service: Sindhi translation of Friday sermon
12:10 Tilawat & Insight
12:30 Yassarnal Qur'an
13:00 Real Talk
14:00 Bangla Shomprochar
15:15 Spanish Service
16:00 MTA Variety
16:35 Seerat-un-Nabi (saw): A discussion about the life & character of the Holy Prophet (saw)
17:05 Le Francais C'est Facile
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA World News
18:30 Jalsa Salana Qadian 2011 [R]
19:30 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 16th November 2012.
20:30 Insight: recent news in the field of science
20:55 MTA Variety [R]
21:40 Australia: [R]
22:15 Seerat-un-Nabi (saw)
23:00 Question and Answer Session [R]

Wednesday 21st November 2012

00:00 MTA World News
00:15 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50 Yassarnal Qur'an
01:20 Jalsa Salana Qadian 2011 [R]
02:15 Le Francais C'est Facile
02:45 Australia: Just Pineapples
03:10 MTA Variety
04:00 Seerat-un-Nabi (saw) [R]
04:45 Liqa Ma'al Arab: recorded on 9th July 1998
06:00 Tilawat & Dars
06:35 Al-Tarteel
07:00 Jalsa Salana Germany 2012: Address by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V.
08:00 Real Talk
09:05 Question and Answer Session: Recorded on 24th May 1997.
10:30 Indonesian Service
11:30 Swahili Service
12:25 Tilawat & Dars
13:00 Al-Tarteel
13:25 Friday Sermon: Recorded on 9th February 2007
14:10 Bangla Shomprochar
15:15 Fiq'ahi Masa'il
15:50 Kids Time
16:25 Faith Matters
17:30 MTA Variety
18:05 Al-Tarteel
18:30 MTA World News
18:50 Jalsa Salana Germany 2012 [R]
19:40 Real Talk [R]
20:45 Fiq'ahi Masa'il [R]
21:20 Kids Time [R]
21:55 MTA Variety [R]
22:30 Friday Sermon [R]
23:15 Intikhab-e-Sukhan: Repeat of 17th November 12

Thursday 22nd November 2012

00:10 MTA World News
00:30 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an.
00:45 Al-Tarteel
01:10 Jalsa Salana Germany 2012 [R]
02:05 Fiq'ahi Masa'il
02:30 Mosha'airah: an evening of poetry
03:50 Faith Matters
04:55 Liqa Ma'al Arab: recorded on 29th July 1998
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:45 Yassarnal Qur'an
07:05 Inauguration of Baitul Wahid, Feltham
08:05 Beacon of Truth
09:10 Tarjamatul Qur'an class: Rec. on 8th April 1996.
10:20 Indonesian Service
11:25 Pushto Service
12:10 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:50 Yassarnal Qur'an
13:10 Beacon of Truth [R]
14:20 Friday Sermon: Recorded on 2nd November
15:25 Aaaina
16:05 Maseer-e-Shahindgan: A Persian programme
16:40 Rohaani Khazaa'in
17:10 Tarjamatul Qur'an class [R]
18:20 Yassarnal Qur'an [R]
17:15 MTA Variety
19:00 MTA World News
19:20 Huzoor's Tours [R]
20:20 Faith Matters
21:30 Tarjamatul Qur'an class [R]
22:50 Aaina [R]
23:30 Beacon of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 19 | Friday 09 November , 2012 | Issue No. 45

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں

احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{ماہ جولائی 2012ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات}

(طارق حیات ۔مربی سلسلہ احمدیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''لوگ تمہیں دکھ دیں گے۔اور ہر طرح سے تکلیف دیں گے۔مگر ہماری جماعت کے لوگ جوش نہ دکھائیں۔ جوش نفس سے دل دکھانے والے الفاظ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے۔''(ذکر حبیب، از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ،صفحہ:218)

قارئین الفضل کے لئے ذیل میں نظارت امور عامہ سے موصولہ Persecution Report بابت ماہ جولائی 2012ء سے ماخوذ چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ دنیا کے کونے کونے میں آباد احمدیوں کو اپنے مقدس امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر اپنے مظلوم بہن بھائیوں کیلئے بکثرت دعائیں کرنے کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین۔

ایک معزز احمدی کی شہادت

کراچی، 19 جولائی: مکرم نعیم احمد گوندل صاحب ابن چوہدری عبدالواحد صاحب صدر جماعت احمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی کو مورخہ 19 جولائی کو دو نامعلوم حملہ آوروں نے گولیاں مار کر شہید کر دیا۔کراچی میں احمدیوں کو چن چن کر نشانہ بنانے کی جو لہر جاری ہے آپ اس کا شکار بن گئے ۔صبح 8 بجے آپ دفتر جانے کے لئے حسب سابق دفتر کی ویگن کے قریبی سٹاپ تک آئے تو دو حملہ آور نمودار ہوئے اور ایک نے آپ کے سر میں گولی ماردی۔گولی سر کی دائیں طرف داخل ہو کر بائیں طرف سے نکل گئی۔ بوقت شہادت آپ کی عمر 52 برس تھی اور سوگواروں میں ایک اہلیہ موجود ہیں۔مکرم گوندل صاحب کا کسی سے ذاتی جھگڑا یا دشمنی نہ تھی بلکہ آپ اپنے اہل محلّہ میں ایک شریف اور باعزت انسان معروف تھے۔آپ معاشیات اور بزنس ایڈمنسٹریشن میں ایم اے تھے اور سٹیٹ بینک آف پاکستان میں بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کام کر رہے تھے۔ نیز گزشتہ گیارہ برسوں سے مقامی احمدیہ جماعت کے صدر کے طور پر خدمات کی توفیق پا رہے تھے۔

اورنگی ٹاؤن کے احمدی ایک مدت سے خوف کے سایہ میں جینے پر مجبور ہیں۔گلیاں اور بازار احمدیت مخالف تحریرات سے پُر ہیں امسال ایک احمدی کو منظور کالونی میں شہید کیا گیا۔پھر چند ماہ قبل ایک احمدی کو گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا گیا۔کس کس کا ذکر کریں الغرض اب تک گیارہ احمدی جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔اس شہر میں وہ تنظیمیں جو سرکاری کاغذات میں تو کالعدم ہیں مگر گلی محلوں میں سرگرم اور قتل وغارت میں مصروف عمل ہیں اور یہاں ان درندوں کا سب سے پہلا شکار معصوم احمدی ہی بن رہے ہیں۔

امتناع قادیانیت قانون کا استعمال

احمدی پابند سلاسل

چک 70ML ضلع بھکر، ماہ جون جولائی: چوہدری منصور احمد صاحب کو جو مقامی احمدیہ جماعت کے صدر بھی ہیں، مورخہ 4/جولائی کو ایف آئی آر نمبر 9/12 کے تحت تھانہ منکیرہ میں تبلیغ کے الزام میں دفعہ PPC 298-C لگا کر قید کر دیا گیا۔اب اگر یہ ملزم مجرم بنا دیا گیا تو تین سال قید یا ایک بڑی رقم جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے۔مکرم صدر صاحب کو ایف آئی آر کے اندراج سے چار روز قبل مورخہ 30 جون کو پولیس نے حراست میں لے لیا تھا۔اس مقدمہ کے بعض حقائق ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

مکرم منصور صاحب مورخہ 27 جون کو مقامی مِلک کولیکشن سنٹر پر حسب معمول دودھ جمع کروانے گئے تو وہاں موجود نمائندہ نے ان سے مذہبی گفتگو شروع کی اور پوچھا کہ جماعت احمدیہ کے عقائد اور عام مسلمانوں میں کتنا اختلاف ہے؟ وغیرہ جس پر مکرم منصور صاحب نے بتایا کہ کچھ بہت زیادہ اختلافات بھی نہیں ہیں بس زیادہ بڑا فرق وفات مسیح کے مسئلہ پر ہے کیونکہ باقی مسلمان تو حضرت عیسیٰ کو جسم سمیت آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں جب کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام بھی باقی انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

جس وقت ان دونوں کی یہ گفتگو جاری تھی تب قریب ہی دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں نے تب تو چپ سادھے رکھی لیکن اگلے دن مکرم منصور صاحب کو دبوچ لیا اور بدتہذیبی کی اور الزام لگایا کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔جس پر راہیوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور مقامی مِلک کولیکشن سنٹر کے نمائندے نے ان دونوں فسادیوں کو برملا کہا کہ منصور صاحب نے میرے سوال کا جواب دیا تھا اور تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم ہماری باہمی گفتگو پر اعتراض کرو۔تب یہ فسادی خاموش ہو گئے۔ لیکن فوراً مولوی کے در پر پہنچ گئے اور اس مولوی نے فوری طور پر ساری کہانی ختم نبوت کے ضلعی صدر دین محمد فریدی کو گوش گزار کر ڈالی ۔ یہ فسادی بھی بس فارغ ہی بیٹھا تھا اور اطلاع ملتے ہی منکیرہ پولیس تھانہ کو خط لکھا کہ احمدیہ جماعت کے صدر کے خلاف تبلیغ کرنے کے جرم میں مقدمہ درج کیا جائے۔اور ادھر درخواست پڑھ کر پولیس نے بھی تفتیش کی حامی بھر لی کیونکہ مولوی کی ضد تھی کہ کارروائی فوری ہو، بصورت دیگر ایجی ٹیشن کی جائے گی۔ایسے میں پولیس نے فوری طور پر مکرم منصور صاحب کو حراست میں لے لیا اور 30 جون کو ضلع میانوالی جیل بھیج دیا۔

پاکستان میں بھلا ایسے مواقع کون گنوایا کرتا ہے۔ ختم نبوت کے نام پر کالا دھن جمع کرنے والوں نے سر جوڑ لئے اور علاقے میں بدامنی اور فساد کی آگ بھڑکانے نکل پڑے۔ان فسادیوں نے چند نوجوان بھرتی کئے جنہیں اس علاقہ میں آباد تین احمدی گھرانوں کا گھیراؤ کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔یہ شیطان تو ان مظلوم احمدیوں کے لئے بلائے ناگہانی ثابت ہوئے۔ یوں مولوی ان معصوموں کی آمد و رفت پر کاری ضرب لگانے میں کامیاب ٹھہرے۔ پھر مولویوں کی طرف سے 6 جولائی بروز جمعہ جلوس کا اعلان ہوا تو احمدیوں نے ڈی پی او سے رابطہ کر کے نوٹس لینے اور حفاظت فراہم کرنے کی درخواست کی۔ ڈی پی او نے درخواست پر فوری عمل کیا اور مقامی ایس ایچ او کو حکم دیا کہ زیر حراست احمدی پر مقدمہ درج کرو۔اس کو کہتے ہیں انصاف کی فراہمی وہ بھی فوری فوری!!

ادھر مکرم منصور صاحب کی ضمانت پر رہائی کی درخواست جمع کروائی گئی جس پر 14 جولائی کی تاریخ ملی لیکن اس تاریخ پر سرکاری وکیل نے عدالت سے مزید وقت کی استدعا کی تاکہ وہ کیس کی تیاری کر سکے جو عدالت نے قبول کی اور 16 جولائی کی تاریخ دے دی۔اس سماعت کے موقع پر عدالت نے درخواست ضمانت منظور کر لی لیکن ''قانونی تقاضوں کی تکمیل'' کرتے ہوئے حکام نے اس معصوم احمدی کو جیل سے رہائی 18 جولائی کو عطا کی۔ضوابط اور قانون کا احترام کوئی چیز ہے قارئین کرام!

بلاشبہ قانونی تقاضوں کی تکمیل کے لئے درکار وقت کی اپنی توجیہ میں متعلقہ سرکاری شخص حق بجانب تھا جو دو گھنٹے دفتری اوقات ختم ہونے سے قبل ہی گھر روانہ ہو جایا کرتا تھا کیونکہ وہ صبح دو گھنٹے تاخیر سے پہنچا کرتا تھا۔اب چونکہ پولیس نے اس احمدی کو ایف آئی آر کے اندراج سے چار دن قبل گرفتار کر کے دور دراز جیل بھیج دیا تھا اس لئے حکام نے عدالت کا حکم ملنے کے بعد بھی مزید دو دن اُور اس کو قید میں رکھ کر رہا کیا۔

پاکستانی انتظامیہ کے اس شرمناک کردار کے ساتھ ساتھ مُلّاں کی کارستانیاں ذرہ بھر بھی خلاف توقع نہیں ہیں۔ایک طرف پاکستانی ریاست دنیا میں دیگر ممالک کے ساتھ انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے موضوع پر اپنے مثالی کردار کے بلند بانگ دعاوی کرتی پھرتی ہے جبکہ زمینی حقائق یکسر مخالف ہیں۔

اگر اس ساری صورت حال کا تجزیہ کیا جائے تو کھل کر سامنے آتا ہے کہ

اول: پولیس نے ایک مولوی کی طرف سے شکایت سنتے ہی احمدی کو بیڑیاں پہنا دیں۔حالانکہ ملک میں آئے دن درجنوں لاشیں پولیس والوں کی صرف بحث کی وجہ سے بے گور و کفن سڑک کنارے پڑی رہتی ہیں کہ وقوعہ کس تھانہ کی حدود میں پیش آیا ہے؟

دوم: ڈی پی او نے اوباشوں کی طرف سے مسلسل خطرے میں گھرے احمدیوں کی حفاظت کی درخواست تو ردی کی ٹوکری میں پھینک دی لیکن مولوی کی فرمائش پر زیر حراست احمدی کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم نامہ جاری کر دیا۔

خدا جانے یہ ڈی پی او حضرات بطور تنخواہ وغیرہ جن رقوم سے اپنی جیبیں بھرتے ہیں ان کرنسی نوٹوں پر قائداعظم محمد علی جناح کی ہی تصویر ہوتی ہے جس قائد نے 11 اگست 1947ء کی تقریر میں پاکستان کے ارباب اختیار کے لئے مستقبل کا لائحہ عمل ارشاد فرمایا تھا؟

سوم: پولیس نے ملزم کو دور افتادہ جیل روانہ کر دیا۔

چہارم: سرکاری وکیل نے بغیر کسی حیل وحجت کے ایک احمدی پر لگنے والے الزام کے مقدمہ کی سرکار کی طرف سے دفاع کی پیروی کی حامی بھر لی۔ حتی کہ درخواست ضمانت میں روکیں پیدا کر کے اپنی سی تمام تر کوشش کی کہ ایک احمدی زیادہ سے زیادہ راتیں جیل کی کوٹھڑی میں گزارے۔

ملک بھر سے سامنے آنے والے واقعات اس حقیقت کو طشت از بام کر رہے ہیں کہ آج حکومت پاکستان مُلّاں کی لونڈی بنی ہوئی ہے۔

حال ہی میں روزنامہ مشرق لاہور کے کالم نگار مکرم ہمدانی کو لاہور ہائی کورٹ میں تحریک ختم نبوت کے ایک مولوی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ یہ مولوی بڑے فخر سے سب کو بتا رہا تھا کہ ''مرزائیوں کو اب بالکل چوڑھوں کی طرح کر دیا ہے، اور جلد ہی اللہ کے فضل وکرم سے ان کا صفایا ہو جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ اس مملکت پر رحم کرے جس کے مذہبی لیڈر دن رات اسی کوشش میں غرق ہیں کہ کس طرح ملک کی آبادی کے ایک حصہ کو پشتہ دیوار سے لگایا جائے؟ وہ کونسا طریق اختیار کیا جائے کہ یہ جماعت معاشرتی اور سماجی لحاظ سے بالکل مفلوک الحال ہو جائے؟ اور پھر بے شرمی کی انتہا یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ کے مذہبی لیڈر بن کر اپنے اس صریح جرم اور گناہ کو نہایت دیدہ دلیری سے کھلے بندوں مشتہر کیا جاتا ہے۔

ویسے جب ملک کے قانون و دستور میں ایسی شقیں داخل کر لی جائیں تو شرم کیسی؟ کسی نے سچ ہی تو کہا ہے کہ پاکستان میں مذہبی منافرت اور عدم برداشت کا بیج بونے والا وہ قانون ساز جل کر بھی پاکستانی معاشرے کے تمام جرائم میں زندہ ہے۔

مقامی جماعت کا صدر زیر حراست

سلانوالی، ضلع سرگودھا۔23 جولائی: پولیس نے مکرم محمد اشرف صاحب ابن مکرم عبدالرحمٰن صاحب کو احمدیوں کے لئے بطور خاص بنائے ہوئے قانون PPC 298-C کے تحت گرفتار کر لیا۔

مولویوں نے 22 جولائی کو احمدیہ مسجد کے باہر جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ ایک احمدی کی دوکان کے باہر درج قرآنی

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں